کلمہ طیبہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کا
مفہوم اور مقصد

مؤلف
مولانا فاروق زکریا منگچری
فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
استاذ جامعۃ العلوم الشرعیۃ حب بلوچستان

تقریظ
حضرت مولانا **عبداللطیف صاحب** دامت برکاتہم
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الشرعیۃ حب بلوچستان

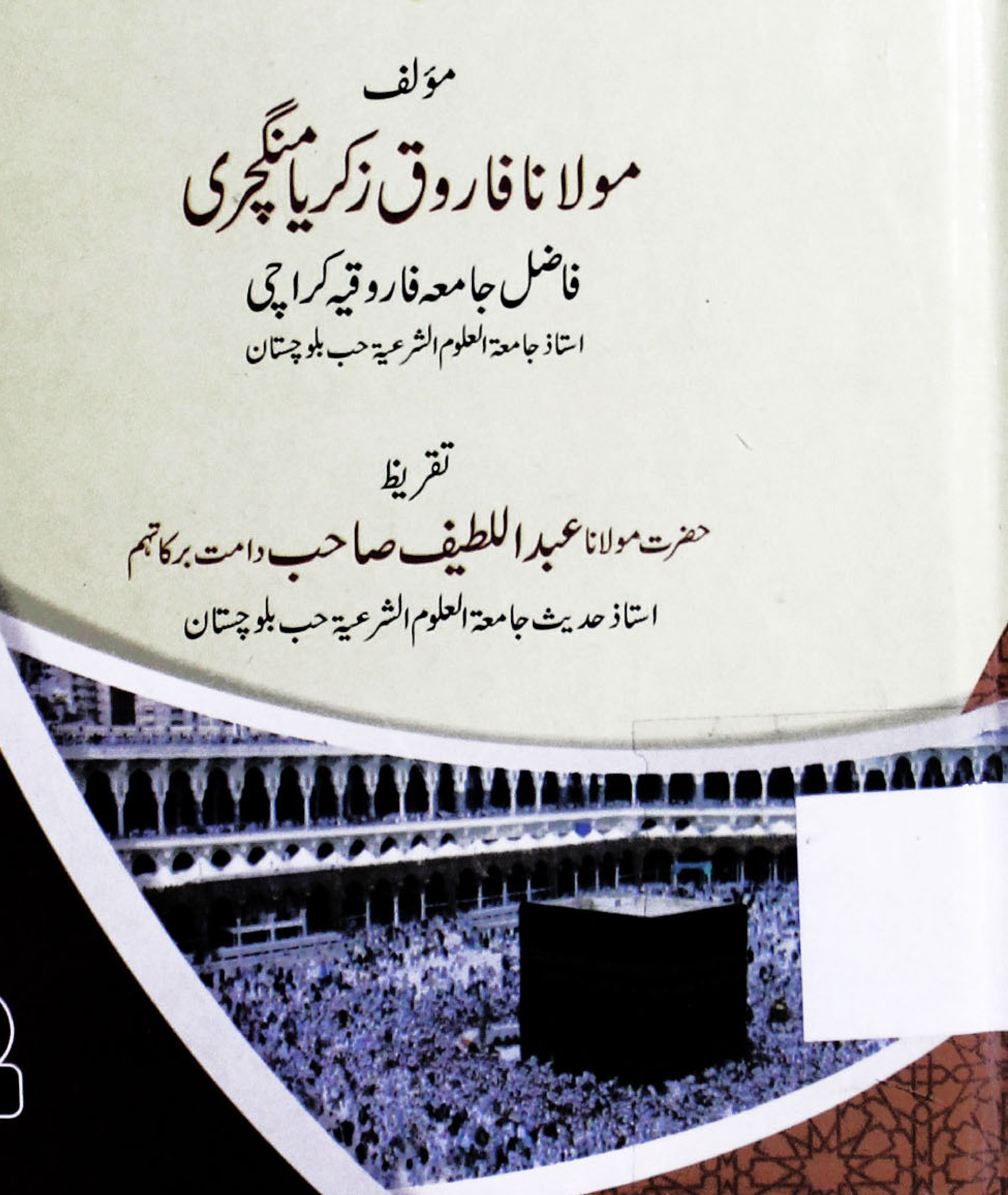

اسلامی کتب خانہ

کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا

مفہوم اور مقصد

مؤلف

مولانا فاروق زکریا منگچری

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

استاذ جامعۃ العلوم الشرعیہ حب بلوچستان

تقریظ

حضرت مولانا **عبد اللطیف صاحب** دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الشرعیہ حب بلوچستان

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
فون: 021-34927159

۲۲۷۲۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : کلمہ طیبہ کا مفہوم اور مقصد
مؤلف : مولانا فاروق زکریا منگچری
اشاعت : اکتوبر 2014ء

297.43
ق ۱۹ ک
۱۲۷۱۴۵
۲ ک

ناشر

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
فون: 021-34927159

۲۸-۰۲-۲۰۱۵

جان بک ڈپو

Rs = ۱۵۰/-

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	اصول دین تین ہیں (توحید، رسالت، آخرت)	۷
۲	ایمان کی حقیقت اور اہمیت	۱۱
۳	ایمان کا مقام انسان کا دل ہوتا ہے	۱۵
۴	ایمانی زندگی	۱۸
۵	ایمان کی دنیوی ثمرات	۲۱
۶	ایمان کی اُخروی ثمرات	۲۴
۷	ایمان تمام نعمتوں میں سے قیمتی نعمت ہے	۲۸
۸	ان اعمال کا بیان جن کے اہتمام سے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے	۳۳
۹	کلمہ طیبہ کا پہلا جز لاالٰہ الااللہ	۳۷
۱۰	لفظ اللہ کا معنی اور مفہوم اور وجود باری تعالیٰ پر دلائل	۳۶
۱۱	اللہ کی ذات سب کچھ کرنے والی ذات ہے	۴۳
۱۲	انبیاء علیھم السلام کے ساتھ اللہ کا مدد	۴۷
۱۳	اللہ کی قدرت کی نشانیاں	۵۲
۱۴	اللہ کا غیر اللہ کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا	۵۷
۱۵	توکل علی اللہ	۶۳
۱۶	اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال	۶۷

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کلمہ طیبہ کے فضائل	۷۲
	کلمہ طیّبہ کا دوسرا جز محمد رسول اللہ	۷۷
	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارتیں	۸۱
	محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک	۸۵
	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن و جمال	۸۹
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و کمال	۹۳
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق حسنہ	۹۶
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی محبت عین ایمان ہے	۱۰۱
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات	۱۰۶
	انقلابی رسول	۱۱۱
	رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات	۱۱۵
	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں	۱۱۸
	چند جھوٹے مدعیان نبوت کے واقعات	۱۲۲
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزات مبارکہ	۱۲۸
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج	۱۳۴
	اتباع سنت کی اہمیت	۱۳۹

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	جدید سائنس بھی سنتوں کی افادیت کا معترف ہے	۱۴۴
	بدعت اور خلاف سنت کے نقصانات	۱۴۹
	غیروں کی پیروی سے ممانعت	۱۵۳
	مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۸
	آنحضرت صلی اللہ پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۱۶۳
	اللہ کے خزانوں سے لینے کا اہم ذریعہ نماز ہے	۱۲۸
	صلوٰۃ الحاجۃ کا مسنون طریقہ	۱۶۹
	نماز حاجت کا ایک اور طریقہ	۱۷۰
	نماز حاجت کا ایک اور مجرب طریقہ	۱۷۰
	نماز حاجت (سورہ فاتحہ کا) مجرب عمل	۱۷۰
	صلوٰۃ الحاجۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کا سریع الاثر عمل	۱۷۰
	دعا کے فضائل	۱۷۲
	دین و دنیا کی بھلائی کیلیے	۱۷۴
	ایمان پر خاتمہ کی دعا	۱۷۴
	بیماریوں سے شفایاب ہونے کیلیے	۱۷۴
	حصول ملازمت کیلیے پُر تاثیر وظیفہ	۱۷۴

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	قرض سے خلاصی کا وظیفہ	۱۷۴
	رزق میں کشادگی کیلیے پرتاثیر مجرب اعمال	۱۷۵
	میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کیلیے مجرب عمل	۱۷۵
	نظر بد سے بچنے کا عمل مسنون	۱۷۵
	نظر بد کا توڑ	۱۷۶
	جادو کے شر سے محفوظ رہنے کیلیے اعمال	۱۷۶
	جادو کے توڑ کیلیے ایک طاقت ور عمل	۱۷۶
	چوروں اور جنات سے بچاؤ کا مسنون عمل	۱۷۶
	امتحان میں کامیابی کا دعا	۱۷۷
	مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کیلیے اکسیر عمل	۱۷۷
	قید سے رہائی کیلیے مسنون عمل	۱۷۷
	ہر غم و رنج دور کرنے کا نبوی نسخہ	۱۷۷
	دشمنوں سے محجوب (محفوظ) ہونے کی دعا	۱۷۸
	نقصان کے تلافی کیلیے ایک اہم مسنون دعا	۱۷۸
	اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت کی دعا مانگنی چاہیئے	۱۷۸
	ایمانِ کامل کا نتیجہ جنت ہے (جنت کا بیان)	۱۷۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب زید مجدہ

ناظم تعلیمات جامعہ العلوم الشرعیہ گلیکسی ٹاؤن حب بلوچستان

دین اسلام کی مبارک عمارت کی بنیاد جن پانچ قیمتی بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہے ، اور شجرہ اسلام کی آبیاری میں جو چشمے آبِ حیات فراہم کررہے ہیں ۔ ان میں سے گوہر نایاب کلمہ طیبہ ہے، جس نے خزاں زدہ اور پراگندہ ارواح کو بہار ایمان سے سرسبز وشاداب کیا اور جس نے کمزور وناتواں جسموں میں وہ لازوال قوت پھونک دی جس کی برکت سے ہر دور کے فرعون کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خس وخاشاک کی طرح بہادیا۔

اور جس کی پرنور کرنوں سے جہالت کے اندھیرے ضیاء اسلام کی تابانیوں سے بدل گئے۔

اور اسی مبارک کلمے نے جہلاءِ عرب کو سرچشمہ ہدایت اور اسلام پر اپنا تن من قربان کرنے والا داعی وغازی بنایا۔

اس بابرکت کلمہ طیبہ کے مقصد اور مفہوم کو برادر عزیزم مولانا فاروق زکریا صاحب استاذ جامعہ العلوم الشرعیہ (حب بلوچستان) نے بہترین انداز میں آیاتِ قرآنیہ، احادیث شریفہ اور معتبر تاریخی واقعات سے مدلل کرکے واضح فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور خلق خدا کیلیے رُشد وہدایت کا سبب بنائے۔ (آمین)

(مولانا مفتی) عبداللطیف (زید مجدہ)

پیش لفظ

تمام اعمال میں افضل ترین عمل ایمان ہے اور اللہ عزوجل کی تمام نعمتوں میں بہترین نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان ہی مدارِ نجات ہے اور اُخروی زندگی کی سرفرازی وکامرانی کیلیے ایمان شرط اوّل ہے۔

ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اول اللہ کی ذات وصفات میں وحدانیت کا یقین، دوئم پیغمبر وقت کی رسالت پر ایمان اور اتباعِ کامل، اور سوئم عقیدہ آخرت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب وکتاب، جزا وسزا پر یقین۔

اللہ تعالیٰ کی توحید اسلام کے اہم ترین عقائد وبنیادوں میں سے ایک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بہترین ذریعہ عقیدہ توحید پر ایمان لانا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کی اساس ہے یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر دین سلام کی عمارت کھڑی ہے۔ اور آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظلی یا بروزی، حقیقی یا مجازی، تشریعی یا غیر تشریعی مبعوث نہیں ہوگا۔

عقائدِ دین میں تیسرا بنیادی عقیدہ عقیدہ آخرت ہے۔ عقیدہ آخرت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا روح باقی رہتا ہے۔ اور ایک وقت آئیگا جب اللہ تعالیٰ اس روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کردے گا۔

چونکہ کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ محمدرسول اللہ پورے دین کا بنیاد ہے اور اس کلمہ میں توحید ورسالت پر ایمان کا اقرار ہے اور توحید ورسالت کے ضمن میں ایمان بالآخرت خود بخود موجود ہے۔

اس لیے بندہ نے توحید ورسالت کے چند مخصوص پہلوں پر مختصر مواد جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ عامۃ المسلمین کو ان اوراق کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی حاصل ہوگی۔ مگر علماء کرام کیلیے تو صرف یادداشت اور اشارات ہی ہیں۔

بندہ بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین وماتوفیقی الاباللہ

فاروق زکریا منگچری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول دین تین ہیں (توحید، رسالت، آخرت)

قال اللہ عزوجل ﴿وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَةِ وَالۡکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ﴾ (سورہ البقرہ /۱۷۷)

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لایؤمن عبد حتی یؤمن باربعٍ یشھد ان لاالٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ بعثنی بالحق و یؤمن بالموت والبعث بعدالموت ویؤمن بالقدرِ،، (رواہ الترمذی)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کیلیے جن کم وبیش ایک لاکھ چھوبیس ہزار نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا ان سب کی تعلیم و تبلیغ میں تین باتیں مشترکہ تھیں۔ اول اللہ کی ذات و صفات میں وحیدانیت کا درس، دوئم پیغمبر وقت کی رسالت پر ایمان اور اتباع کامل، اور سوئم عقیدہ آخرت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب، جزا و سزا پر یقین کرنے کی دعوت شامل تھی۔

﴿عقیدہ توحید﴾

اللہ تعالیٰ کی توحید اسلام کے اہم ترین عقائد و بنیادوں میں سے ایک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بہترین ذریعہ عقیدہ توحید پر ایمان لانا ہے۔ توحید کے لغوی معنی ہیں ایک ماننا، یکتا جاننا۔ اور توحید کے چار درجے ہیں۔

[پہلا درجہ] اس بات کا یقین دل میں بٹھانا کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے یکتا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ (شوریٰ)	اللہ کا کوئی مثال نہیں۔
وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ، (الروم)	آسمان اور زمین میں اس کا کوئی مثل نہیں۔
وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ،	اس کا کوئی ہمسر نہیں۔
قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہ (الاخلاص)	کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔

[دوسرا درجہ] اس بات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی تنہا ہے۔

یعنی وہ خالق ہے اس کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الزمر) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

وہ مالک ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے، ارشاد ربانی ہے

لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

وہ رازق ہے تو اس کے علاوہ سب مرزوق ہیں فرمان الٰہی ہے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود) زمین پر جتنے بھی جاندار ہیں ان سب کو رزق دینے والا اللہ ہی ہے۔

[توحید کا تیسرا درجہ] اس بات کا یقین کرنا کہ پوری کائنات کی انصراف اور تدبیر کرنے میں بھی وہ تنہا ہے۔ ارشاد باری عزوجل ہے

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ (السجدہ) اللہ ہی آسمان سے لے کر زمین تک تمام معاملات کا تدبیر کرتا ہے۔

یعنی سردی گرمی کا نظام چلانا، امن وخوف کے حالات کا لانا، تخت شاہی پر بٹھانا، جیل کے سلاخوں کے پیچھے ڈالنا، امیروں کو غریب اور غریبوں کو امیر بنانا، عزت والوں کو ذلیل اور پست وذلیل لوگوں کو عزت کے بلندیوں تک پہچانا، اسی کے تدبیر سے ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں

ما شاء اللہ کان ومالم یشالم یکن جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہوتا۔

[توحید کا پانچواں درجہ] یہ کہ ہر طرح کی مالی وجانی عبادت وبندگی صرف اللہ ہی کیلیے خاص ہے۔ یعنی بندگی وعبادت کے لائق ہونے میں بھی وہ یکتا ہے۔

وحدہ لاشریک لہ کا ارشاد ہے

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ٥ (البینة) ان لوگوں کو یہی حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں خالص کر کے اس کیلیے عبادت،

اور ہم توحید کے اس چھوتے درجے کا بار بار اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر نماز کے دو رکعت بعد تشھد میں ہم پڑھتے ہیں

التحیات للّٰہ وصلوٰت والطیّبات ، (میری) ساری مالی وجانی اور بدنی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

نمبر۲﴿عقیدہ رسالت﴾

اسلام کے عقائد میں توحید بعد نبوت ورسالت کا درجہ ہے۔ رسالت کا لغوی معنی ہیں ''پیغام پہنچانا''، اور نبی کے معنی ہیں ''خبر دینے والا''، اور اسلامی اصطلاح میں رسول وہ ہستی کہلاتا ہے جسے نئی شریعت دی گئی ہو، اور نبی سابقہ کتاب وشریعت کی تبلیغ کیلیے تشریف لاتے ہیں۔

بعض روات میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مگر قرآن مجید میں نام لے کر صرف چند انبیاءؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام کے نام ذکر نہیں کیئے گئے ہیں۔ تاہم ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ تمام انبیاءِ کرامؑ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائے۔ اس سلسلے میں تفریق کی اجازت نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْ رُسُلِہٖ ہم اُس کے رسولوں میں باہم کوئی فرق نہیں کرتے۔
(البقرہ /۲۸۵)

یعنی ایسا نہیں کہ ہم بعض انبیاءؑ پر تو ایمان لائیں اور بعض کی نبوت کا انکار کریں ۔ جیسا کہ یہود ونصاریٰ کر رہے ہیں۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ موسیٰ علیہ السلام کے نبی ورسول ہونے کے منکر ہیں۔ ان مقابلے میں مسلمان جناب سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کے نبوت ورسالت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ سلسلہ نبوت کا انتہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ورسول ہرگز ہرگز نہیں آسکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ بلاشبہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے
فَلَارَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَانَبِیَّ بَعْدِیْ ، (رواہ الترمذی وقال ھذاحدیث صحیحٌ) پس میرے بعد نہ تو کوئی رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی۔

نمبر۳ ﴿عقدہ آخرت﴾

اصول دین میں تیسرا بنیادی اصل وہ عقیدہ آخرت ہے۔ عقیدۂ آخرت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا روح باقی رہتا ہے۔ اور ایک وقت آئیگا جب اللہ تعالیٰ اس روح کو جسم میں منتقل کر کے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ پھر جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ ہمیشہ کیلیے جنت میں رہے گا اور جن کے اعمال برے ہوں گے وہ ہمیشہ کیلیے جہنم میں جائے گا۔ یعنی انسان کی دنیاوی زندگی اُس، کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ اِس میں جن اعمال کا بیج بویا جاتا ہے۔ ان کے منافع بخش یا مضر رساں نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃِ) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے صفات بیان فرماتے ہوئے اُن کی ایک مخصوص صفت یہ بھی بیان فرمائی [وَبِالاٰخِرَتِ ھُمْ یُوقِنُوْن] کہ وہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اہل ایمان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی مختصر اور فانی ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی لامحدود اور دائمی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

بَلْ تُؤثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (الاعلیٰ) تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی بھی ہے۔

لہٰذا بندہ ہمیشہ اُس ابدی زندگی کا دھان رکھے اور اُس کی تیاری میں لگ جائے اور دنیا کی عارضی زندگی میں لہو ولعب سے حتی الامکان پرہیز کرے۔ پس جو شخص آخرت کی تیاری میں لگا وہی عقلمند اور ہوشیار آدمی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الکیس من دان نفسہ عمل لما بعد الموت، عقلمند وہ ہے جو اپنی نفس کو پہچان لے اور موت کے بعد والی زندگی کیلیے تیاری کرے۔

یمان کی حقیقت اوراہمیت

قال اللہ عزوجل ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ (التغابن)

وعن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم "ماقال عبد لااله الااللّٰه مخلصاً من قلبه الا فتحت له ابواب السمآء حتیٰ تُفضی الی العرش مَا اجتنب الکبائر ،، (رواه الترمذی)

عبودیت کی بنیاد ہی ایمان کی تصحیح پر ہے جس کے ایمان میں بگاڑ ہو اس کا کوئی عمل عنداللہ مقبول نہیں۔ اس کا مثال اس شخص کی طرح ہے جو ریگستان میں سراب، دیکھ کر پانی کا گمان کررہا ہے حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ ابوعمران جونیؒ کہتے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک راہب کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ وہاں کھڑے ہوگئے، لوگوں نے راہب کو پکار کر کہا یہ امیر المومنین ہیں اس نے جھانک کر دیکھا تو اس پر تکالیف اٹھانے اور مجاہدہ کرنے اور ترک دنیا کے آثار نمایاں تھے۔ اُسے دیکھ کر حضرت عمرؓ رو دیئے۔ تو ان سے کسی نے کہا (آپ مت روئیں) یہ تو نصرانی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ مجھے معلوم ہے لیکن مجھے اُس پر ترس آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ۝ "بہت سے لوگ محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہیں (مگر) گرینگے دھکتی ہوئی آگ میں،،

یاد آرہا ہے۔ مجھے اس ترس آیا کہ دنیا میں تھکا دینے والی محنت کررہا ہے اور اتنے مجاہدے برداشت کررہا ہے لیکن مر کر پھر بھی دوزخ میں جائے گا۔ (حیٰوۃ الصحابہ حصہ اول ص/۷۹)

لہٰذا ہر شخص کو اس کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ایمان، ویقین کی تصحیح وتکمیل کرے۔ ایمان دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہے سونا، چاندی، حکومت وسلطنت سب سے زیادہ کارآمد ہے۔ اس لیے کہ ذرہ بھر ایمان بھی انسان کو دھکتی آگ سے نجات دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے۔

آیت قرآنی ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا   پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ   (التغابن)   اس نور (قرآن کریم) پر جو ہم نے نازل کیا
اور اللہ تعالیٰ سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

ایمان روح ہے اور اسلام بدن ہے ایمان حقیقت ہے اور اسلام اس کی صورت ہے ایمان بنیاد ہے اور اعمال اسلام اس کی شاخیں ہیں۔ ایمان ہی کی بدولت مغیبات پر بلا دلیل و حجت یقین و اطمینان ہوتا ہے

ایمان کا لغوی معنی

ایمان کا لفظ [امن] سے ماخوذ ہے۔ اور امن خوف کا ضد ہے۔ امن اطمینان کو کہتے ہیں۔ اور بعض حضرات نے لغت کے اعتبار سے ایمان [تصدیق] کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جبکہ ایمان کے صلہ میں باء استعمال ہو۔ یعنی اپنے اختیار سے کسی خبر یا خبر دینے والے کو سچا قرار دینا۔

ایمان کا شرعی تعریف امام غزالی رحمہ اللہ نے یوں کی ہے

الایمان تصدیق النبی صلی اللہ   جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن
علیہ وسلم بجمیع ما جاء بہ   سب کو سچ ماننا ایمان ہے۔

یعنی اُن تمام چیزوں کی تصدیق کی جائے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ (کشف الباری ج/۱ ص/۵۶۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور متکلمین حضرات نے یو تعبیر کی ہے۔

الایمان ھو التصدیق بالقلب   ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ اور اقرار
والاقرار باللسان شرط لاجراء   باللسان شرط ہے احکام جاری ہونے کیلیے۔
الاحکام،   (کشف الباری ج/۵۸۱)

شیخ عبدالقادر جیلانی، مولانا ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ایمان کی صورت ہے

تصدیق بالقلب، اقرار بالسان،   دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعمال کو بجا
وعمل بالارکان،   لانا۔

اور ایک ہے ایمان کی حقیقت ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لایومن احدکم حتیٰ ان یکون هواه تبعاًلما جئت به

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اُس چیز کے تابع ہو جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

یعنی طبیعت شریعت کے مطابق بن جائے۔ جس چیز کو شریعت چاہتی ہے طبیعت اُس چیز کو چاہنے والی ہو جائے۔ اور جس چیز سے شریعت نے تنفر اور بیزاری کا اظہار کیا ہے طبیعت میں اس سے نفرت آئے یہ ایمان کی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں

بِئْسَ الْاِثْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (الحجرات)

ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بھی بہت بُری بات ہے۔

قاضی بیضاوی ابوالخیر عبداللہ ناصرالدین ؒ لکھتے ہیں

فان کمال الایمان بمجموع الامرین، الاعراض عمالاینبغی ------ والاتیان بماینبغی، (التفسیر البیضاوی)

ایمان دو چیزوں کے جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (اوّل) نامناسب یعنی ناجائز چیزوں کے چھوڑنے سے، (دوسرا) مناسب یعنی جائز چیزوں کے بجالانے سے۔

یہی بات امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان کا شرعی معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن امور کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے اُن کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اُن کے ماسوا (یعنی شرک، کفر، نفاق اور گناہ کبیرہ) سے برائت و بیزاری کا اظہار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مثال ذکر فرمایا ہے

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْقَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ــــ..... الآیة (الممتحنة)

تحقیق تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور اُن لوگوں میں جو کہ (ایمان میں) ان کے شریک تھے ایک بہترین نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے بیزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرمانی کی جگہ اور نافرمانوں کے

ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا۔ سورہ انعام میں فرماتے ہیں

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا
فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ
حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ
فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ
الظّٰلِمِیۡنَ ٥ (الانعام/٦٨)

اور جب تو دیکھے اُن لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں۔ اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

پس خلاصہ کلام یہ کہ مؤمن و مسلمان نیک اعمال کے اہتمام کے ساتھ ساتھ بری باتوں، گناہ کے کاموں سے نفرت کرے اور دور رہنے کا بھرپور کوشش کرے۔

ایمان کا مقام انسان کا دل ہوتا ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْاوَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَاوَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات)

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ٥ ان لوگوں (صحابہ کرام) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ
(المجادلہ /۲۲) نے ایمان ثبت کردیا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو کلمہ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کردیا گیا کہ اگر وہ کلمہ کفر نہ کہے تو قتل کردیا جائے گا۔ اُس کے بارے میں فرمایا

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِاِيْمَانِهٖ اِلَّامَنْ جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر
اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ ،الاٰية کرے۔ مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے
(النحل /۱۰۶) ،بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

اسی طرح قبیلہ بنی اسد کے چند آدمی مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قحط کے زمانے میں حاضر ہو کر کہنے لگے [اٰمَنَّا] یعنی ہم ایمان لے آئے ، یہ لوگ دل سے تو مؤمن نہیں تھے محض صدقات حاصل کرکے اپنی مفلسی دور کرنا مقصود تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ایمان کی نفی اور دعوائے ایمان کے غلط ہونے کو بیان کرکے فرمایا

قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْاوَلٰكِنْ قُوْلُوْا آپ فرمادیجیے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہو
اَسْلَمْنَاوَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِیْ ۔ بلکہ یوں کہو کہ (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے
قُلُوْبِكُمْ ، (الحجرات)

کیونکہ ایمان موقوف ہے تصدیق قلبی (یعنی دل سے سچ ماننے) پر اور وہ موجود نہیں۔

صرف معرفت یا صرف اقرار باللسان مؤمن بننے کیلیے کافی نہیں۔ اسلئے کہ صرف معرفت تو ابوطالب کو حاصل تھی مگر پھر بھی وہ بالاتفاق مؤمن نہیں۔ اُس کے اشعار حصول معرفت پر دال ہیں۔

ودعوتنی وعلمت انك صادق ولقد صدقت فكنت قبل اميناً
آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی مجھے معلوم ہے کہ تم سچے ہو۔ اور تم نے سچ کہا اس سے

پہلے بھی تم امین تھے۔

ولقد علمت بان دین محمد   من خیر ادیان البریة دیناً
اور مجھے معلوم ہے کہ محمد کا دین تمام ادیان سے بہتر ہے   (الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

لیکن ابو طالب کے بارے میں یہ بدیہی طور پر معلوم ہے۔ کہ اس نے نار کو عار پر ترجیح دیتے ہوئے کہا

لولا الملامة او حذاء رقبة   لوجدتنی سمحاً بذاك مبیناً

یعنی اگر ملامت اور برا بھلا کہے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ مجھے اس دین کو بڑی فراخ دلی کے ساتھ قبول کرنے والا پاتا۔

اسی طرح ہرقل بادشاہ روم کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خط بھیج کر دین کی طرف دعوت دی تو اُس نے آپ کا خط پڑھ کر عام مجمع میں یہ اقرار کیا

وقد کنت اعلم انه خارج لم اکن   مجھے معلوم تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں لیکن
اظن انه منکم   یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔

مزید کہنے لگا

ولو کنت عنده لغسلتُ عن قدمیه   اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کا پاؤں دھوتا۔

اظہار حق میں ہرقل کی الفاظ کتنی اہمیت رکھتے ہیں مگر پھر بھی انقیاد باطنی کے فقدان کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ بعد میں ہرقل نے لوگوں کو حمص کے شہر میں اکٹھا کر کے کہا

یا معشرَ الروم هل لکم فی الفلاح   اے رومیو! کیا تمہیں کامیابی اور ہدایت کے
والرشد وَان یثبتَ ملککم   اندر رغبت ہے اور اس بات کی کہ تمہاری
،فتبایعوا هذا النبی،   حکومت قائم رہے۔ تو اس نبی (یعنی محمدؐ)
سے بیعت ہو جاؤ۔ بس یہ سننا تھا کہ

فحاصوا حیصة الوحوش ،   وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح بھاگے۔

جب ہرقل نے اپنی قوم کی یہ نفرت دیکھی تو کہا ''میں تو تمہیں آزما رہا تھا کہ تم اپنے دین میں کتنے پکے ہو۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ

سجدوا له ورضوا عنه ، اس پر اُس کی قوم نے اُس کے سامنے اپنی پیشانیاں ٹیک لیں اور اُس سے راضی ہوئے۔ (بخاری شریف تلخیصاً)

خلاصہ یہ ہوا کہ ہرقل اور ابو طالب کو معرفت اور اقرار بالسان تو حاصل تھا مگر انقیادِ قلبی (یعنی دل سے ماننا) موجود نہیں تھا۔ اس لیے ان کو مسلمان و مؤمن نہیں کہا گیا ہے۔ اور یہی حال منافقین کا تھا کہ ان کے پاس صرف ظاہری اطاعت اور فقط زبانی اقرار تھا دل میں ایمان نہ ہونے کے سبب مؤمن نہ تھے۔ اس لیے کہ منافقین کی جماعت مالِ غنیمت کی طمع میں مسلمانوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ وہ دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے مگر دنیوی فوائد کی خاطر اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔

قرآن نے ان کے دلی طور پر مؤمن نہ ہونے کا اعلان ان الفاظ کے ساتھ فرمایا

اِذَا جَاءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (المنافقون)

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اپنے ایمان کے دعوی میں) جھوٹے ہیں۔ (کیونکہ وہ گواہی محض زبانی ہے اعتقادِ دل سے نہیں)

گزشتہ لوگوں کی حالات سے نصیحت حاصل نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ، (الحج /٤٦)

(عبرت حاصل نہ کرنے والوں کی) کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح مشرکین و کفار اور منافقین کے گمراہی کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے

اس پورے بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ ایمان کا مقام انسان کا دل ہے۔ اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام لوگوں کے دلوں پر محنت کرتے تھے۔

ایمانی زندگی

قال اللہ عزوجل ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (الحجرات/۱۱)

وعن زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من قال لاالہ الا اللہ مخلصا دخل الجنة قیل وما اخلاصها قال ان تحجزه عن محارم اللہ "(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ایمان ہی امن کا ضامن ہے اس لیے کہ اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین کے بغیر امن و امان قائم نہیں ہوسکتا کیونکہ ایمان کے ساتھ آدمی کی زندگی پاک ہوجاتی ہے اگر غور کیا جائے تو جتنے انفرادی یا اجتماعی جرائم اور گناہ ہیں وہ اللہ اور آخرت کے ڈر سے ہی ختم ہوجاتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت ایمان کی گرفت ڈھیلی پڑھ گئی اور ملک میں صرف چند ہزار ڈاکو چور اور خونی انقلاب والے پیدا ہوئے تو حکومت کی طاقت بے کار ہوجائے گی، پولیس کی نفری بے ہمت ہوجائے گی، فوج کی نگرانی ناکام ہوجائے گی۔

آج معاشرے میں چوری، ڈاکہ زنی، زنا کاری، رشوت، سود خوری، شراب نوشی اور قتل و غارت کے جرائم عام ہورہے ہیں اس لیے کہ دلوں میں ایمان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے کیونکہ اگر دل کے گہرائیوں میں مالک حقیقی کا دھان ہو تو گناہ کرنا مشکل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات/۱۱)	ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے۔ اور جو گناہوں سے باز نہ آئے وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن گزشتہ گناہوں سے توبہ کرکے نادم ہو اور آئندہ ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرے یہی ایمانی زندگی ہے۔ حقیقت میں ایمان وہی معتبر ہے جو گناہوں سے روک دے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من قال لاالہ الا اللہ مخلصا دخل الجنة، قیل وما وما اخلاصها قال ان	جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کلمہ کا

تحجزه عن محارم الله "(رواه الطبرانی)

اخلاص (یعنی اخلاص کی علامت) کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمہ اُسے حرام کاموں سے روک دے۔

یعنی مومن و مسلمان کی زندگی پر طبیعت و خواہش کی نہیں بلکہ ایمان کی حکومت ہو۔ رہن سہن ، معاملات و معاشرت سب کچھ ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ اس لیے کہ ایمانی زندگی کھانے پینے ، پہنے ، تجارت و معاشرت سے منع نہیں کرتی بلکہ بات کی تقاضا کرتی ہے کہ اللہ کے حرام کردہ (گناہ کے کاموں سے) باز آجائے۔

مثلاً ﴿شراب کی حرمت پر صحابہ کرامؓ کا عمل﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں میں صحابہ کی ایک جماعت کو ابوطلحہؓ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کرنا شروع کیا۔ ابوطلحہؓ نے فرمایا باہر جا کر دیکھو یہ آواز کیسی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں باہر آیا اور آواز صاف طریقے سے سن کر اندر آ گیا اور کہا ایک منادی ہے اور یہ اعلان کر رہا ہے

الاان الخمر قد حرمت خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے

یہ سنتے ہی حضرت ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا جاؤ اور شراب بہاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ اعلان کرنے کے بعد ان لوگوں نے اس میں سے (ایک قطرہ بھی نہ مانگا) اور نہ پھر اس کا استعمال کیا۔

(رواہ البخاری)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے نواح میں نکلے اور آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے۔ شاگردوں نے کھانے کیلیے دسترخواں بچھایا ، اتنے میں پاس سے ایک چرواہا گزرا اور اُس نے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا! آؤ بھائی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ اس نے کہا میرا روزہ ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کیا تم اس قدر شدید ترین گرمی میں روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس حالت میں بھی بکریاں چرا رہے ہو۔ اس نے کہا

والله انی ابادر ایامی هذه الخالیه   بخدا میں ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے اُس کے زھد اور ورع کا امتحان لینے کیلیے اس سے فرمایا ایسے کرو کہ ایک بکری اپنی بکریوں میں سے ہمارے ہاتھ فروخت کرو ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے۔ اُس چرواہے نے عرض کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری میری نہیں بلکہ سب بکریاں میرے آقا کے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے اُس سے فرمایا تمہارے آقا کو ایک بکری نہ ملی تو تمہارا کیا بگاڑے گا۔ چرواہے نے آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا [فَأَيْنَ اللّٰه ؟] اللہ کہاں جائے گا؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور جب واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؓ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کو آزاد کر کے ساری بکریاں اسے بخش دی

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج/۳)

ایمان کی دینوی ثمرات

قال الله تعالیٰ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَمُؤْمِنٌ فَلَنُحِيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوايَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل/۹۷)

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال "قال ربکم عزوجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتم المطر باللیل واطلعت علیهم بالنهار ولم اسمعهم صوت رعد" (مشکوٰة)

البتہ جہاں آخرت کے فائدے ایمان کو تمام اعمال میں افضل ترین عمل ایمان ہے اور اللہ عزوجل کی تمام نعمتوں میں بہترین نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان ہی مدار نجات ہے اور اُخروی زندگی کی سرفرازی وکامرانی کیلیے ایمان شرط اوّل ہے۔

مگر جہاں آخرت کے فائدے ایمان کو مستلزم ہیں وہیں دنیاوی زندگی کا بالطف وپرسکون اور بابرکت ہونا بھی ایمان اور تقویٰ پر ہی منحصر ہے۔ چنانچہ آخرت کی بیش بہا فوائد سے پہلے دنیا ہی میں ایمان کے نقد بے شمار فوائد اہل ایمان کو نصیب ہوتے ہیں۔

مثلاً ایمان کا ایک فائدہ دنیا میں بالطف زندگی کا میسر ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی	جو مرد وعورت ایمان کامل کے ساتھ اعمال صالحہ کا
وَهُوَمُؤْمِنٌ فَلَنُحِيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً	اہتمام کرے تو ہم اُس شخص کو (دنیا میں) اچھی
وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ	بالطف زندگی دیں گے۔ اور (آخرت میں)
مَاكَانُوايَعْمَلُوْنَ (النحل/۹۷)	اچھے کاموں میں ان کا اجر دیں گے۔

علماء کرام نے ہے کہ بالطف اور مزیدار زندگی سے مراد دینا میں حلال روزی، قناعت وغناءِ قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، ادائے فرض وعبودیت کی خوشی، تعلق مع اللہ کی حلاوت، وغیرہ

تندرستی وفراوانی کے وقت تو ان کی زندگی کا پرلطف ہونا ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ اگر تنگدستی یا بیماری بھی پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ان کا کامل یقین کہ مجھے ہر تکلیف پر اجر مل رہا ہے۔ آخرت کی دائمی عظیم الشان نعمتیں ملنے کی قوی اُمید ان کی زندگی کو بے لطف

نہیں ہونے دیتی۔ یہی وہ حیات طیبہ ہے جو دنیا سے شروع ہو جاتی ہے پھر قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھرتا ہے اور آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے

حیاۃ بلا موت وغنی بلا فقر ، وصحۃ بلا سقم ، وملك بلا هلاك ، وسعادۃ بلا شقاوۃ ،

زندگی ہی زندگی موت کوئی نہیں ، فراوانی ہی فراوانی فقر کا کوئی ڈر نہیں ، ہمیشہ کی صحت بیماری کوئی نہیں ، ہر وقت کی بادشاہی خاتمہ کا کوئی ڈر نہیں۔ اور ایسی سرفرازی وکامیابی جس میں ناکامی کا تصور بھی نہیں

(۲) ایمان کا ایک فائدہ دنیاوی برکات کا حاصل ہونا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ، (الاعراف/٩٤)

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے ، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو عذاب مہلک میں پکڑ لیا

حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ برکت کے لفظی معنی زیادتی کے ہیں ، یعنی ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کی ہر چیز میں برکت (زیادتی) ہوتی ہے۔

پھر برکت کا ظہور دنیا میں دو طرح سے ہوتا ہے کبھی تو اصل چیز واقع میں بڑھ جاتی ہے۔ اور کبھی مقدار کے اعتبار سے نہ مال بڑھتا ہے۔ نہ وقت مگر برکت کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اس سے کام بہت نکلے۔ مثلاً کوئی برتن ، کپڑا یا سامان زندگی ایسا مبارک ہوتا ہے اس سے عمر بھر آدمی فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ اور برکت نہ ہونے کی صورت میں ایسا ہوتا ہے کہ چیز خریدتے ہی ضائع ہو جائے اگر سالم رہے بھی مگر اس سے نفع اٹھانے کا موقع ہاتھ نہیں آتا صرف سنبھالنے کی پریشانی سر پر رہتی ہے۔

(۳) ایمان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل مؤمن کو مصائب والام سے نجات دیں گے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نینوا کی طرف بھیجا۔ حضرت یونسؑ نے ان کو ایمان اور عمل صالح کی دعوت دی مگر بستی والوں نے تمرد اور سرکشی سے کام لیا۔ حضرت

۱۲۷۱۴۵

یونسؑ اُن سے ناراض ہوکر بستی سے نکل گئے اور ان کو کہدیا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر عذاب آئیگا۔ چنانچہ یونسؑ نکل کر چلے گئے اور لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہوئے ۔ اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں ایک کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقی لوگ غرق ہونے سے بچ جائیں گے، اس کام کیلیے کشتی والوں کے نام پر قرعہ اندازی کی گئی۔ اللہ کا کرنا ایسا تھا کہ تین مرتبہ قرعہ نکالا تینوں مرتبہ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا۔ یونسؑ کھڑے ہوئے اور اپنے کپڑے سمیٹ لیے پھر اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً یہاں پہنچ گئی۔ (کما قالہ ابن مسعودؓ) اور یونسؑ کو نگل لیا۔ پھر وہ مچھلی کے پیٹ میں جتنا اللہ نے چاہا رہے۔ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا سمندر کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا، ایک اندھیرے پر دوسرا اندھیرا تھا۔ سلامتی اور نجات کتنی دور تھی ۔ لیکن جب حضرت یونسؑ نے اُن تمام اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ عرض کرنے لگے

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ (سورہ الانبیاء/۸۷)

(اے!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو (سب عیبوں سے) پاک ہے میں بے شک قصوروار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (الانبیاء/۸۸)

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی ۔ اور ہم اس طرح (باقی) ایمان والوں کو (بھی ہر کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح یونس علیہ السلام کو اندھیروں سے نجات دی بالکل اسی طرح ہم ہر ایمان والے کو نجات دیا کریں گے جب کہ وہ صدق ایمان اور خلوص دل کے ساتھ مشکل حالات میں ہماری طرف متوجہ ہوں۔

ایمان کی اُخروی ثمرات

قال اللّٰہ عزوجل ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حم سجده / ۳۰)

وعن عتبان بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله قدحرم على النارمن قال لااله الاالله ينبغى بذلك وجه الله(رواه الشيخان)

تمام اعمال میں افضل ترین عمل ایمان ہے اور اللہ عزوجل کی تمام نعمتوں میں بہترین نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان ہی مدار نجات ہے اور اُخروی زندگی کی سرفرازی وکامرانی کیلیے ایمان شرط اوّل ہے۔

اور یہی وہ حیات طیبہ ہے جو دنیا سے شروع ہوجاتی ہے پھر قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھرتا ہے اور آخر انتہا اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے

حياة بلا موت وغنى بلا فقر ،صحة بلا سقم ،وملك بلا هلاك ،وسعادة بلاشقاوة ،

زندگی ہی زندگی موت کوئی نہیں ،فراوانی ہی فراوانی فقر کا کوئی ڈر نہیں، ہمیشہ کی صحت بیماری کوئی نہیں، ہر وقت کی بادشاہی خاتمہ کا کوئی ڈر نہیں، اور ایسی سرفرازی وکامیابی جس میں ناکامی کا تصور بھی نہیں۔

اُخروی سرفرازی اور کامیابی کے ثمرات موت سے شروع ہوجاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم سجده)

جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو موت کے وقت اُن پر فرشتے اُتریں گے (اور کہیں گے) کہ تم اندیشہ نہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

مومن پر موت کے وقت اللہ تعالیٰ بھی سلام بھجواتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

عن عبدالله ابن مسعودؓ قال اذا اراد الله قبض روح المؤمن اوحىٰ الى الملك الموت ،اقرئه منى السلام ،

جب اللہ تعالیٰ مؤمن کی روح کو قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت سے کہتا ہے تم جاؤ اس کو میرا سلام پہنچاؤ۔

چنانچہ جب ملک الموت روح کو قبض کرنے کیلیے اُس کے پاس آتا ہے تو اس سے کہتا ہے اِنَّ رَبَّكَ یَقْرَئُكَ السَّلَامُ تیرے رب نے تجھے سلام کہا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی شوق میں نکل جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرشتے بھی مؤمن کیلیے رحمت کی دعا کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے

اذا کان المؤمن فی اقبال من الآخرة وادبار من الدنیا نزلت علیه ملائکة من ملائکة اللّٰه کان وجوههم کالشمس

کہ جب مومن آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے اٹھتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی ہے ان کے چہرے آفتاب کے مثل چمکتے ہیں۔

وہ اپنے ساتھ جنت کی خوشبو اور کفن لاتے ہیں اور میت کے سامنے جہاں تک اس کی نظر جائے بیٹھتے ہیں۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو

صلی علیه کل ملك بین السماء والارض ، (مسند احمد)

آسمان اور زمین کے درمیان میں موجود فرشتے اُس کیلیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

مؤمن کی عزت و شرافت کا اندازہ کریں کہ اس کے موت پر آسمان اور زمین کے دروازے بھی روتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مامن انسان الا له بابا ن فی السماء ،باب یصعد عمله فیه وباب ینزل منه رزقه فاذامات العبد المؤمن بکیاعلیه (الترمذی)

ہر انسان کیلیے آسمان میں دو دروازے ہوتے ہیں ایک دروازئے سے اُس کے نیک اعمال جاتے ہیں اور دوسرے دروازے سے اُس کی روزی نازل ہوتی ہے۔ پس جب بندہ مؤمن مرتا ہے تو یہ دونوں دروازے اُس پر روتے ہیں

موت کے بعد قبر کے اندر بھی مؤمن کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ ہوگا

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے بٹھا کر اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں

کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ جو شخص تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس نے بتایا؟ وہ کہتا ہے

قَرَاتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُه

میں نے اللہ کی کتاب (قرآن) پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ مانا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان سے پکارنے والا پکار کر کہے گا [صَدَقَ عَبْدِیْ] میرے بندے نے سچ کہا۔ (پھر حکم ہوگا)

اَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْالَهٗ بَابًااِلَى الْجَنَّةِ ،

اُس کیلیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ، اور اس کے کیلیے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَيُفْتَحُ لَهٗ فَيَاتِيْهِ مِنْ رُوْحِهَا وَطِيْبِهَا وَيُفْتَحُ لَهٗ فِيْهَا مَدَّبَصَرِهٖ ،

پس اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں۔ اور منتہاء نظر تک اُس کی قبر کشادہ کیا جاتا ہے۔

اور قیامت کے دن جب کفار مشرکین اور منافقین ظلمتوں میں ہوں گے تو اہل ایمان کے پاس ایمان کا نور ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (الحدید)

جس دن تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو دیکھے گا کہ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا) آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

حشر کے میدان سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں ابد الآباد عیش و راحت کی زندگی نصیب فرمائیں گے ارشاد ربانی ہے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا لَهُمْ فِیْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ٥
(النساء/٥٧)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ عنقریب ان کو ہم داخل کریں گے ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ رہیں گے ان میں ہمیشہ۔ ان کے لیے وہاں پاکیزہ عورتیں ہیں اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں۔

چنانچہ ایمان والے جنت میں پہنچ کر خوشیاں منا کر اللہ کی حمد وثناء کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس منظر کو عجیب انداز میں بیان کیا ہے ارشاد خداوندی ہے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ٥
(الزمر/٧٤)

اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث کیا ہم کو ایسے زمین کا گھر لے لیویں بہشت میں جہاں چاہیں۔

لاالٰہ الااللہ پر یقین رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آخرت کی ابدی زندگی کے نہ ختم ہونے والے نعمتوں کے لیے کوشش کرتے رہیں۔

ایمان تمام نعمتوں میں سے قیمتی نعمت ہے

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾ (الحجر/۲)

وعن ابی ذر رضی اللّٰہ عنه قلت یارسول اللّٰه ای العمل افضل ؟قال "الایمان باللّٰه والجهاد فی سبیله" (رواہ البخاری)

ایمان دنیا کی تمام نعمتوں میں سے قیمتی نعمت ہے دنیا کے اندر حقیقی چین وسکون ایمان ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ (الرعد/۲۸) جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اللہ کے ذکر سے۔

اور اُخروی زندگی میں نجات کا مدار ایمان ہی پر ہے اگر کسی کے پاس ایمان کی دولت نہ ہو تو اس کے تمام اعمال خیر قیامت میں مثل راکھ بن جائیں گے۔ بغیر ایمان کے آخرت میں بھلائی کا توقع رکھنا ایسا ہے جیسا کوئی شخص ریگستان میں سراب دیکھ کر پانی کا گمان رکھتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہاں کچھ بھی نہیں۔ ہاں اگر ذرہ بھر ایمان بھی ہو تو نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ جب جنت والے جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے

اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ ، ہر اس شخص کو جہنم سے نکال دو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو۔

جب ایمان والے عذاب جہنم سے بچ جائیں گے تو کفار ان کی نجات وفلاح کو دیکھ کر حسرت وافسوس سے بار بار مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ، کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔

یعنی جب کفار پر کوئی نئی شدت، نیا عذاب واقع ہوگا اور معلوم ہوگا کہ اس کی علت (وجہ) کفر ہے تب ہی اسلام نہ لانے پر تازہ حسرت کریں گے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو تمام اعمال سے افضل فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین عمل کون سا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا ”اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ“ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ (بخاری)

ایمان کی حفاظت کیلیے مؤمنوں نے کیسی کیسی قربانیاں دیں ذرا ان واقعات سے اندازہ لگائیں

اصحاب کہف نے وطن چھوڑا مگر ایمان نہیں چھوڑا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک مشرک بادشاہ دقیانوس نامی تھا جو خود بھی بت پرست تھا اور رعیت کو بھی بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ چند نوجوان خوشحال اور امیر گھرانوں کے چشم و چراغ تھے بلکہ دقیانوس کے درباریوں اور خواص امراء کی اولاد تھے۔ اللہ نے انہیں نور بصیرت عطا فرمایا وہ شرک سے بیزار ہو گئے اور اللہ کی عبادت کرنے لگے مگر اپنا توحید خفیہ رکھا۔ پھر بھی کسی طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے جا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے ان نوجوانوں کو دربار میں طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ اُس کے دین کی اتباع کریں اور بتوں کی عبادت کریں اور ساتھ دھمکی دی کہ اگر انہوں نے شرک نہ کی تو انہیں قتل کر دیا جائیگا۔ مگر اہل ایمان نے سرِ دربار اعلان کیا

فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَدْعُوَا مِنْ دُوْنِہٖ اِلٰھاً	ہمارا رب اور معبود وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے ہم اس کے سوا کسی اور کو ہرگز نہیں پکاریں گے۔ (یعنی معبود نہیں مانیں گے)

یہ سن کر بادشاہ نے نوجوانوں کو مہلت دی اور کہا کہ ابھی تم عقل کے خام ہو اس لیے اپنے معاملہ میں غور و فکر کرو۔ نوجوانوں نے اس مہلت کو غنیمت سمجھا تو اصحاب کہف کے رئیس نے ان سے کہا

فَاْوٗا اِلَی الْکَھْفِ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیُھَیِّئْ لَکُمْ مِنْ اَمْرِکُمْ مِرْفَقاً ،(الکہف /۱۲)	تم (فلان) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلائے گا اور تمہارے لیے اس کام میں کامیابی کا راستہ نکالے گا۔

چنانچہ وہ نوجوان اپنا دین وایمان بچانے کیلیے شہر سے نکل کر غار کی طرف چل

دیئے۔ راستے میں ایک چرواہا ملا وہ بھی ان کی طرح موحد تھا وہ بھی ان کے ساتھ ہولیا چرواہے کا کتا بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ یہاں تک کہ وہ غار میں پناہ گزین ہوگئے۔ جب آرام کیلیے لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط فرمادیا۔ تین سونو (۳۰۹) سال کے بعد جب وہ بیدار ہوگئے تو دقیانوس صف ہستی سے مٹ چکا تھا (اپنے عزیز واقارب بھی گزر گئے۔ ان سے ملنا جلنا بھی نصیب نہ ہوا)

سولی پر لٹکنے کو قبول کیا مگر ایمان نہیں چھوڑا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نبوت عطاء فرمانے کے بعد حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیں۔ اس لیے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور فساد برپا کیا تھا اور انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام اس کے پاس گئے اور اسے اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی طرف دعوت دی۔ مگر وہ بد بخت نہ مانے۔ بڑی بحث ومباحثہ کے بعد فرعون کہنے لگا میں اپنے جادوگروں کو جمع کر کے آپ سے مقابلہ کراوں گا۔

چنانچہ فرعون نے جادوگروں کو جمع کروایا۔ چاشت کے وقت سب لوگ میدان میں جمع ہوگئے۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو وہ سانپ کی طرح نظر آنے لگے

فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَایَافِكُوْنَ ٥ (شعراء/۲۵)	پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا سو وہ ڈالتے ہی وہ (اژدہا بن کر) ان کے تمام بنے بنائے (سانپوں) کو نگلنا شروع کیا
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ السّٰجِدِیْنَ ٥ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	(یہ منظر دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گرگیے اور ایمان لے آئے۔

تو فرعون کہنے لگا معلوم ہوا کہ (نعوذ باللہ) موسیٰ تمہارا استاذ ہیں اس نے تمہیں جادو سکھایا ہے چنانچہ غصے میں بھر کر کہنے لگا

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَّلَاُوْصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥	میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسرے طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر

ٹانگ دوں گا۔ تو وہ نو مسلم کہنے لگے

فاقض ما انت قاض — فرعون تجھے جو کچھ کرنا ہے تو کر ڈال۔

اور کہنے لگے

لَاضَیْرَ لَنَااِنَّا اِلٰی رَبِّنَامُنْقَلِبُوْنَ ٥ — کچھ حرج نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے۔

آگ میں جل گئے مگر ایمان نہیں چھوڑا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ستر سال پہلے کا زمانہ تھا۔ یمن میں ایک بادشاہ ذونواس نامی بادشاہ نے مسلمانوں کو سزا دینے کیلیے خندق کھدوا کر اس کو آگ کے بڑے شعلے سے لبریز کیا پھر ایمان لانے والوں میں سے ایک ایک کو حاضر کر کے کہا کہ یا ایمان کو چھوڑ دو یا پھر اس خندق میں گر جانا پڑیگا۔ وہ ایک ایک کر کے جل گئے مگر کسی نے ایمان نہیں چھوڑا۔

قرآن مجید میں مذکور ہے

وَمَانَقَمُوْامِنْهُمْ اِلَّااَنْ یُّؤْمِنُوْابِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ٥ (البروج) — اور وہ کفار اُن (مومنوں) سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اس بات کا کہ وہ ایمان لائے اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا۔

جان دینے کو تیار ہوا مگر ایمان کا سودا نہیں کیا

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رومی کفار نے قید کر لیا۔ بادشاہ نے آپؓ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے اور تمام عرب کا حکمرانی بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ انہیں صلیب پر چڑھایا گیا اور تیر اندازوں نے آپؓ کے ہاتھ پاؤں اور جسم کو چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا کہ اب نصرانیت قبول کر لو مگر آپؓ فرماتے نہیں۔ آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اُتار لو۔ پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے حضرت عبداللہ کی موجودگی میں ایک اور مسلمان قیدی اس میں ڈلوا دی۔ وہ

مسکین اسی وقت چُرمر ہو کر رہ گئے۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہؓ سے کہا دیکھو اب بھی ہماری بات مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ تمہیں بھی جلا دیا جائے گا۔ آپؓ نے پھر بھی انکار فرمایا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے ایک دیگ میں ڈال دو۔ جب آپ اس دیگ میں ڈالنے کیلیے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ آپؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہا ہے۔ تو فوراً حکم دیا کہ رک جاؤ۔ اور حضرت عبداللہؓ کو اپنے پاس بلا لیا، اس لیے کہ اُسے امید بندھ گئی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں صرف اس لیے رویا تھا کہ آہ آج ایک ہی جان ہے جسے میں راہ خدا میں قربان کر رہا ہوں کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک جان ہوتی کہ آج سب جانیں راہ خدا میں ایک ایک کر کے قربان کرتا۔

اب بادشاہ نے کہا کہ اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپؓ نے اسے قبول فرما لیا اور اس کے سر کا بوسہ لے لیا۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج/۳)

ایمان کتنی قیمتی دولت ہے

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں میں نے بصرہ میں کچھ لوگ دیکھے جو ایک جنازہ لیے جا رہے تھے۔ اور حاملین جنازہ کے سوا کوئی شخص جنازہ کے ہمراہ نہ تھا۔ میں نے وجہ پوچھا تو کہنے لگے یہ شخص بڑا گنہگار تھا حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور قبر میں اتارا اس سے فارغ ہو میں کر سائے میں لیٹ گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اس کی قبر شق کی ۔ ان میں سے ایک قبر کے اندر داخل ہوا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس کو اہل نار (دوزخ والوں) میں لکھ لیجیے کیونکہ اس کا کوئی عضو گناہ سے محفوظ نہیں۔ اس کے ساتھی نے کہا بھائی جلدی نہ کر اس کی آنکھوں کو دیکھ۔ کہا میں نے خوب دیکھا وہ نظر بد اور حرام سے پر ہیں۔ اس نے کہا اس کی کانوں پر غور کر کہنے لگا وہ بھی فواحش و منکرات کے استماع سے پر ہیں۔ کہا اس کی زبان پر غور کر کہنے لگا وہ بھی ارتکاب محرمات سے پر ہے۔ اس نے کہا اس کے ہاتھوں کو دیکھ کہنے لگا وہ بھی تناول حرام اور شہوات سے پر ہیں۔ کہا اس کے پاؤں کو دیکھ کہنے لگا وہ بھی امور مذمومہ اور ناپاک جگہوں کی طرف دوڑنے سے پر ہیں۔ پھر کہا بھائی جلدی نہ کر اب مجھے اترنے دے۔ چنانچہ دوسرا فرشتہ اتر کر ایک ساعت اس کے پاس رہا، پھر کہنے لگا اے بھائی میں نے اس کا دل دیکھا جو ایمان سے پُر ہے لکھ دے کہ یہ مرحوم اور سعید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں اور گناہوں کو (ایمان کی برکت سے) دھو دے گا۔ (روض الریاحین)

ان اعمال کا بیان جن کے اہتمام سے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے

قال اللہ عزوجل ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الانفال/۲)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "جَدِّدُوْا اِیْمَانَكُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا؟ قَالَ اَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (مسند احمد ج ۲)

ایمان ایک نور ہے جو اللہ اور رسول کی بتائی ہوئی ارشاد کو دل سے تصدیق کرنے پر دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر معرفت الٰہی اور نور ایمان سے دل زندہ ہوتا ہے۔ اور مؤمن کفر کے ظلمتوں سے نکل جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ)	اللہ (ایمان والوں کو) کفر کی ظلمت سے (ایمان کے) نور کی طرف نکالتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر/۲۲)	اللہ تعالیٰ جس شخص کو اسلام کیلیے شرح صدر عطا فرمادیتے ہیں تو اس کو اس کے رب کی طرف سے ایمان کا نور عطا ہوتا ہے۔

مگر یہ نور ایمانی ہر لحہ یکساں نہیں رہتا ہے۔ اس ایمانی نور میں انبساط، پھیلاؤ اور نقصان ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ مؤمن شخص جس قدر ایمانی تذکرہ اور نیک اعمال کا اہتمام کرتا ہے اتنا ہی اس کا نور ایمان پھیلتا ہے۔ اور جس قدر ایمانی ماحول سے دور رہے گا اور خطاؤں میں ملوث رہے گا اُتنا ہی اس کے ایمانی نور میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آگ کے انگارے کے اوپر راکھ آجاتی ہے تو پورا انگارا چھپ جاتا ہے۔ لیکن راکھ ہٹانے سے انگارا نمودار ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح اہل ایمان کی نور ایمانی مستور ہو جاتی ہے۔ مگر جب وہ تذکرہ ایمانی میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان کی ایمانی کیفیت سے غبار ہٹ جاتا ہے اور ان کی ایمانی و نورانی کیفیت پھر بحال ہو جاتی ہے۔

جن اعمال سے نور ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اختصاراً ذکر کیے جاتے ہیں

(۱) قرآن پڑھنے اور سننے سے ایمان کا نور زیادہ ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ،

جب ان کے سامنے قرآن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

حدیث شریف میں بھی تلاوتِ قرآن کو دلوں کی صفائی کیلیے صیقل بتایا گیا ہے ارشاد نبوی ہے

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم "ان هذه القلوب تصدءُ کما یصدءُ الحدید اذا اصابه المآء" قیل وما جلائها قال "کثرة ذکر الموت وتلاوة القرآن" (رواه البیهقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے پوچھا گیا حضور ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت۔

دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف وشفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ قرآن کی تلاوت کرنا، قرآن مجید میں غور وفکر کرنا، قرآن مجید کی ترجمہ وتفسیر پڑھنا اور سننا یہ وہ مجاہدات واشغال ہیں جن سے نورِ ایمانی، دل کی بصیرت اور کیفیت ایمان بڑھ جاتا ہے

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی ورد سے ایمان کا نور بڑھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان پرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہو جاتا ہے۔ پُرانے ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوت ایمانی کمزور ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مؤمن اپنی ایمان کی تجدید کرتا رہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم "جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم اپنی ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا لا الٰہ الا اللّٰہ کو کثرت

قَالَ اَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَااِلٰـهَ سے پڑھتے رہا کرو۔

اِلَّا اللّٰهُ" (مسند احمد

درحقیقت اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا بہترین نسخہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گیا ہے کہ ہر چیز کیلیے ایک صفائی ہوتی ہے۔ دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اور کلمہ لاالہ الااللہ کا افضل ذکر ہونا تو خود حدیث سے ثابت ہے۔

ابو علی دقاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب مؤمن بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے۔ پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔

لاالہ الااللہ کی ذکر کے دو صورتیں ہیں

ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی تنہائی میں بیٹھ کر خفی (آہستہ آہستہ) کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہے۔ یا اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور دوران گفتگو لاالہ الااللہ کا ورد کرتا رہے۔ اس سے ثواب بھی ملے گا اور تجدید ایمان بھی ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مؤمن داعی بن کر لوگوں کے سامنے لاالہ الااللہ کے الفاظ معنی و مفہوم (یعنی اللہ کی ذات سے سب کچھ ہونے اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کے یقین) کو بار بار بیان کرتا رہے۔ تو یقیناً وہ ایمان کی نور اور کیفیت کو بڑھتا ہوا ضرور محسوس کرے گا۔

(۳) نیک لوگوں کی صحبت سے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے۔

انسان کی طبیعت اور فطرت میں اثر لینا ہے۔ آدمی کا جس چیز کے ساتھ زیادہ تلبّس ہوا کرتا ہے اس کے اثرات مخفی طور پر آدمی کے اندر آجایا کرتے ہیں یعنی پاس بیٹھنے والوں کا اثر خود بخود رفتہ رفتہ آدمی میں میں سرایت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ آدمی اُسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کے صحبت میں رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبۃ /۱۱۹)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور نیک لوگوں کے صحبت اختیار کرو۔

(۴) ایمان کی مجلسیں قائم کرنے سے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے۔

ایمان کے سطح کو بڑھانے کیلیے ایک اہم نسخہ وہ ایمان کی مجلسوں کا قائم کرنا ہے۔ یعنی مؤمن خود اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنت و جہنم کا تذکرہ لوگوں کے سامنے کرے اور اگر کوئی اور شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات

اور قبر وحشر کا تذکرہ کر رہا ہو تو شوق سے سنے۔ اس سے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، آپ نصیحت کرتے رہیں بے شک ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔

اللہ کے نبی تو ہر وقت تذکرہ ایمانی میں مصروف رہتے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین بھی دینی مسائل سیکھنے سکھانے کے ساتھ ساتھ ایسے مجالس کا اہتمام فرماتے جس میں اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور امور آخرت کا تذکرہ ہوتی۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت اسود بن ہلال رحمہ اللہ سے فرمایا[اجلس بنا نؤمن ساعة] "تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھ جاتا کہ ہم اپنی ایمان تازہ کریں۔
حضرت معاذ بن جبلؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا "قیامت کے دن علماء کا جھنڈا معاذؓ کے ہاتھ میں ہوگا"

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک دو کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے "ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تاکہ ہم اپنا ایمان بڑھالیں اور پھر ہم اللہ (کی ذات وصفات) کا ذکر کرتے۔ (حیاۃ الصحابہ ج/۳ص/۲۲)
حضرت عمرؓ وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوسکتا تھا

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک ساتھی سے کہا "آؤ ہم ایک گھڑی اپنا ایمان تازہ کرلیں" اس نے کہا کیا ہم پہلے سے مؤمن نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا لیکن ہم اللہ کا ذکر کریں گے تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ جائے گا۔

آپ اندازہ کریں کہ اتنے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اپنے ایمان میں اضافے کیلیے کوشاں تھے۔ تو ہمیں اپنی ایمان کے بارے میں کتنی فکر مند ہونا چاہئے۔

کلمہ طیبہ کا پہلا جز لاالٰہ الااللّٰہ

لفظ اللہ کا معنی اور مفہوم اور وجود باری تعالیٰ پر دلائل

لاالٰــہ الااللّٰــہ کالفظی معنی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور لفظ اللہ کا لغوی معنی معبود (یعنی جس کی بندگی اور پرستش کی جائے) اور اصطلاحی معنی ہے

اِذافَزِعَ مِنْ اَمْرٍ نَزَلَ عَلیہ والَھَہٗ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گھبرا جائے اور
غَیرُہٗ..... حقیقۃً او بِزَعْمِہٖ، کوئی اور ذات اُسے پناہ دے۔ خواہ حقیقتاً اسے
(تفسیر بیضاوی) پناہ دے یا پناہ گزین کے خیال کے مطابق۔

یعنی گھبراہٹ کے وقت انسان جس ذات کی طرف متوجہ ہو جائے وہی اس کا الٰہ ہے۔

لفظ اللہ قرآن مجید میں تقریباً ۲۹۴۰ مرتبہ مذکور ہے اکثر محققین کا خیال ہے کہ یہ لفظ مشتق ہے۔ پھر ماخذ اشتقاق کے بارے میں اقوال مختلف ہیں۔

نضر بن شمول کہتے ہیں کہ اَلَـہَ یَـالَہُ (باب فتح) سے مشتق جس کا معنی پرستش وبندگی کرنا۔ اس اعتبار سے اللہ کی ذات کو اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہی عبادت کا مستحق ہے۔ تو الٰہ مألوہ کے معنی میں ہے۔

ابوعمر بن علاء کا قول ہے اَلِـہَ یَالَہُ (باب سمع) سے مشتق ہے اس کا معنی ہے حیرت زدہ رہ جانا۔ کہا جاتا ہے اَلِھتُ فی شیءٍ یعنی میں اس بات میں حیران ہو گیا۔ تمام انسانوں کی عقلیں اللہ کی قدرتوں اور تصرفات میں حیران ہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے منزل نہیں

مبرد کہتے ہیں کہ لفظ اللہ اَلَـہَ سے اَلَھتُ اِلیٰ فلانٍ (میں نے فلاں کے پاس سکون پایا) سے مشتق ہے۔ چنانچہ مخلوقات کو اللہ کی یاد سے سکون ملتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَابِذِکْرِاللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ، آگاہ رہو اللہ کی ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتی ہے۔

لفظ اللہ کا اصطلاحی معنی

هو علم للذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال،

لفظ اللہ ایسی ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کا مجموعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ خود اپنا تعارف کرتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ، كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی، یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ٥ (الرعد/۲)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے اُنچا کھڑا کر دیا۔ چنانچہ تم ان کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو۔ پھر عرش پر قائم (یعنی جلوہ فرما) ہوا۔ اور چاند اور سورج کو کام میں لگایا۔ ہر ایک (اپنے مدار پر) ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل (تکوینیہ وتشریعہ) کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ تا کہ تم اپنے رب سے ملاقات (یعنی قیامت) کا یقین کرلو۔

سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۳ میں فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ٥ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ٥ (ابرهیم/۳۳)

اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے بارش برسایا۔ پھر اس پانی سے پھلوں کے قسم سے تمہارے لیے رزق پیدا کیا۔ اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تا کہ وہ اللہ کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کیلیے نہروں کو مسخر بنایا (جو دن رات بہتے رہتے ہیں) اور تمہارے نفع کیلیے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ اور تمہارے نفع کے واسطے رات دن کو مسخر بنایا۔

سورہ روم میں فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ

اللہ ہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ، هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ (الروم/ ٤٠)

۔ پھر تم کو مارتا ہے ۔ پھر تم کو جلائے گا (اب یہ بتلاؤ کہ) تمہارے شرکاء میں بھی ایسا ہے جو انکاموں میں سے کچھ بھی کر سکے ۔ (اللہ) ان کے شرک سے پاک ہے

سورہ روم کی ایک اور آیت نمبر ٥٤ میں ارشاد فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ، يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ٥ (الروم)

اللہ ہی ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر اس کمزوری کے بعد توانائی (جوانی) عطا کی ۔ پھر اس توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا لایا ۔ وہ (اللہ) جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ۔ اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے ۔

سورہ روم کی ایک اور آیت میں ارشاد فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ، فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ٥ (الروم/ ٤٨)

اللہ وہ ذات ہے جو چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ ہوائیں اٹھاتی ہیں بادل کو، پھر پھیلاتا ہے اس کو آسمان میں جس طرح چاہے اور رکھتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ ۔ پھر تو دیکھے گا بارش کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ میں سے ۔ پھر اس کو پہنچاتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں تب وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں ۔

سورہ مومن کے آیت نمبر ۶۱، ۶۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ، اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ٥ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ،

اللہ وہ ہے جس بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑو ۔ اور دن بنایا دیکھنے کو ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے ۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۔ (یہ) ہے وہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے ۔ اس سوا کوئی لائق

فانیٰ تؤفکون ٥ (المؤمن)

عبادت نہیں۔ پس تم کہاں الٹے جا رہے ہو۔

سورہ مؤمن کی ایک اور آیت میں ارشاد فرماتے ہیں

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْکَبُوْا مِنْھَا وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ٥ (سورہ المؤمن /٧٩)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے تا کہ ان میں بعض سے سواری (کا کام) لو اور ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔

سورہ جاثیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ٥ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ٥ (الجاثیہ /١٢)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لیے دریا کو مسخر بنایا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں۔ اور تم اس کی روزی تلاش کرو۔ (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی فضل سے تمہارے لیے مسخر بنایا۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کیلیے دلائل (قدرت) ہیں جو غور کرتے ہیں۔

سورہ مؤمن کے آیت نمبر ۶۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

اللہ ہی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا۔ اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ پس یہ اللہ تمہارا رب ہے سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو سارے جہاں کا پروردگار ہے

اور سورہ بقرہ/ ۲۹۰ ملاحظہ فرمائیں

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا، ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ، وَھُوَ

وہی اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان ترتیب دیئے

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥

اور وہ ہر بات کو جانتا ہے

اور ملاحظہ فرمائیں سورہ یونس/۵

هُوَالَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ،

وہی (اللہ) ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور حساب کر سکو۔

اور ملاحظہ فرمائیں

هُوَالَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ، (الاعراف/۱۸۹)

وہی ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کے پاس آرام پائے۔

اور ملاحظہ فرمائیں (آل عمران/٦)

وَهُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران/٦)

وہی (اللہ) ہی تو ہے جو ماں کے رحم میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے۔ یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور ملاحظہ فرمائیں

هُوَالَّذِيْ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ، قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ٥ وَهُوَالَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ٥ وَهُوَالَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥ (المؤمنون/۷۸،۸۰)

وہی اللہ ہے جس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ (لیکن) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے۔ اور وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور رات دن کا بڑھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟

اور ملاحظہ فرمائیں

وَهُوَالَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ

اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس اور نیند کو باعث راحت اور دن کو چلنے

سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (٤٧/)

پھرنے کیلیے بنایا۔

اور ملاحظہ فرمائیں

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ، وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الروم /٢٧)

اور وہی تو ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس کیلیے بہت آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان سب سے اُونچی ہے اور وہ بہت زبردست اور حکمت والا ہے

اور ملاحظہ فرمائیں

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ، وَّمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ، اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الرعد/٣)

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بنائے اور وہ رات کو دن کی روشنی سے ڈھاپ دیتا ہے۔ ان باتوں میں بلاشبہ غور وفکر کرنے والوں کیلیے نشانیاں ہیں

اور ملاحظہ فرمائیں

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (الفرقان /٥٣)

اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ہے (ایک) میٹھا خوشگوار ہے اور (یہ دوسرا) کھاری کڑوا ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ پیدا کر دی ہے۔

اور ملاحظہ فرمائیں

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ، فَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (المؤمن/٦٨)

وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا۔ پھر جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کی نسبت یہی فرما دیتا کہ ہو جا، ہو جاتا ہے

اللہ کی ذات سب کچھ کرنے والی ذات ہے

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (یس/ ۸۲)

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم "ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشأ لم یکن"

(وھو جزالحدیث کذا فی حیاۃ الصحابہ)

اللہ تعالیٰ اپنے قدیم ذات اور صفات کے ساتھ خود بخود موجود اور موصوف ہے اسکے سوا تمام انبیاء اس کی ایجاد سے موجود ہوتی ہیں۔ پس وہ ذات بابرکت جو تمام اشیاء کے وجود اور ہستی کے مالک ہے اسی کو ہم اللہ اور مالک الملک کہتے ہیں اور مالک حقیقی بھی وہی ہے۔ اور یہ امر مشاہدہ سے بھی ثابت ہے کہ کائنات کی کسی چیز کی حرکت ذاتی نہیں بلکہ کسی محرک سے ہے۔ پس وہی محرک حقیقی ہے جس کے ہاتھ میں یہ تمام عالم کی حرکتیں ہیں۔ وہی اللہ ہے جو ان پتلیوں کے ذریعے اپنی قدرت کا تماشا دکھلا رہا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یس) جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اُسی کیلیے ہے سلطنت اور بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ عالم کا کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہر چیز کی آواز اور ہر کسی کی پکار کو سنتا ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ تمام مخلوقات کی آواز کو بیک وقت سنتا ہے اور آن واحد میں تمام عالم کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ کوئی پردہ اس کی بصارت کو اور کوئی تاریکی اس کی دیکھنے میں حائل نہیں سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مخلوق میں ارادہ واختیار تو ہے مگر اللہ کے ارادہ واختیار کے ماتحت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (تکویر/۲۹) تم کسی چیز کا ارادہ اور خواہش نہیں کر سکتے ہو جب تک اللہ رب العالمین کی مشیت نہ ہو۔

وہی حیات دیتا ہے وہی موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ہ خود فرماتے ہیں

یفعل مایشآء	وہ اللہ جو چاہے کریں
یَخْلُقُ مَایَشَآءُ	جو چاہے پیدا کرے

یَزِیْدُمَایَشَآءُ	مخلوقات میں جو چاہے زیادتی کرے
یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ	جس طرح چاہے خرچ کرے
یَغْفِرُلِمَنْ یَّشَآءُ	جس کی چاہے مغفرت کرے
وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ	جس کو چاہے عذاب دے
یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآء	جس پر چاہے احسان کرے
یُزَکِّیْ مَنْ یَشَآء	جس کو چاہے پاک کر دے
یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ	جس پر چاہے رحم کرے
یَنْصُرُمَنْ یَّشَآء	جس کی چاہے مدد کرے
یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآء	جس کو چاہے بے حساب رزق دے
یُضِلُّ مَنْ یَّشَآء	جس کو چاہے گمراہ کر دے
وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآء	جس کو چاہے ہدایت عطا کرے
یُدْخِلُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآء	جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے
یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآء	جس کیلیے چاہے زیادتی فرمائے
یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثاً	جس کو چاہے بیٹی دے
وَیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ	جا کو چاہے بیٹا دے
وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْماً	جس کو چاہے کچھ نہ دے
تُؤْتِ الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ	جس کو چاہے بادشاہی دے
وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِنْ مَّنْ تَشَآء	جس سے چاہے بادشاہی چھین لے
وَتُعِزُّمَنْ تَشَآءُ	جس کو چاہے باعزت بنائے
وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآء	جس کو چاہے ذلیل کر دے
فَعَّالُ لِّمَایُرِیْدُ	جس چیز کا اراہ کرے تو کر گزرے
وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۵	وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ سب قرآن کریم کے الفاظ ہیں

اللہ تعالیٰ اسباب موت میں بھی زندگی بچانے پر قادر ہے

شیخ شعدیؒ نے اپنی کتاب ”گلستان“ میں لکھتے ہیں

ایک بادشاہ کو ایسی خوفناک بیماری تھی کہ اس کا دوبارہ ذکر نہ کرنا بہتر ہے۔ یونانی حکیموں کی ایک جماعت اس پر متفق ہوگئی کہ تکلیف کی کوئی دوا نہیں سوائے اس شخص کے پتے کی جوان صفات سے متصف ہو۔ بادشاہ نے تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ایک کسان کے لڑکے کو اس صورت میں پایا جو حکیموں نے بتلائی تھی۔ اس کے ماں باپ کو بلایا اور بہت سا مال دے کر راضی کرلیا۔ قاضی صاحب نے بھی اس بارے میں فتویٰ دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کیلیے رعیت میں سے ایک شخص کا خون بہانا جائز ہے۔

جلاد نے قتل کا ارادہ کیا لڑکے نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور مسکرایا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس حالت میں ہنسنے کا کیا موقع ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ بچوں کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے۔ دعویٰ قاضی کے پاس لے جاتے ہیں۔ انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں۔ اب ماں باپ نے دنیا کے قلیل دولت کے باعث مجھ کو خون کیلیے سونپ دیا۔ قاضی نے میرے قتل کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ اور بادشاہ اپنی بھلائی میرے ہلاکت میں دیکھتا ہے اسی صورت میں سوائے خدائے بزرگ وبرتر کے کوئی پناہ نہیں دیکھتا۔

بادشاہ کا دل اس بات سے بھر آیا اور کہا کہ میرا ہلاک ہونا اس بچے کا خون بہانے سے بہتر ہے اسے رہا کر دیا اور اس کے ساتھ بے انداز مال بھی اسے دیدیا کہتے ہیں کہ اسی ہفتے میں بادشاہ نے خدا کے فضل وکرم سے صحت پائی۔ (گلستان سعدی فارسی ص ۴۸)

اس واقع سے یہ سبق ملتا ہے کہ بندہ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہی نظر رکھنی چاہیے اس لیے کہ حقیقی مسبب الاسباب وہی ہے۔

نجات کا سبب اللہ ہی پیدا کرتا ہے

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ کو کافروں نے قید کرلیا اور چمڑے کے تسموں سے خوب مضبوط جکڑ دیا۔ اور ان پر نہایت سختی کی جاتی اور بھوکا بھی رکھا جاتا۔ اُنہوں نے اپنے والد کے پاس کسی طرح اپنے احوال کی اطلاع بھیجی کہ نبی علیہ السلام سے دعا کی عرض کریں۔ آپؐ کو جب اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا ان کے پاس کہلا بھیجو کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں (تقویٰ اختیار کریں) اور توکل کریں اور صبح اور شام یہ آیت شریف لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥ پڑھا کریں ان کے پاس جب اطلاع پہنچی تو انہوں نے آیت شریفہ کو پڑھنا شروع کر دیا تو ایک دن خود بخود تسمے ٹوٹ گئے اور وہ ان کے قید سے چھوٹ کر بھاگ آئے اور کچھ جانور بھی ان کے اپنے ساتھ پکڑ کر لائے (فضائل صدقات)

یقیناً جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے

اللہ ہی سے ہوتا ہے

ایک نوجوان مولانا رشید احمد گنگوئی کے پاس پہنچا اس نے ان سے کہا جناب میں اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرتا ہوں اور اس سے نکاح کا خواست گار ہوں مگر مشکل یہ کہ میرے چچا مال دار آدمی ہے اور میں بہت غریب آدمی ہوں آپ مجھے تعویذ لکھ کر دیجئے مولانا نے جواب دیا میاں میں تعویذ وغیرہ نہیں لکھتا۔ نوجوان نہ مانا اصرار کرتا رہا مولانا کسی طرح نہ مانے آخر نوجوان مایوس ہو کر صحن میں گیا وہاں کنواں تھا نوجوان کنویں میں پاوں لٹکا کر بولا۔ مولوی صاحب میں بڑی امید لیکر آیا تھا آپ نے میری امید توڑ دی میں اب زندہ رہ کے کیا کروں گا مولانا گھبرا کر چیخے ارے ٹھرو ٹھرو یہاں آؤ میں تعویذ لکھ کر دیتا ہوں حضرت نے کاغذ پر کچھ لکھ کر نوجوان کو دیا جاؤ سیدھے اپنے چچا کے پاس پہنچ جاؤ نوجوان جب چچا سے ملے تو چچا رام ہو گئے کہنے لگے میاں تم کہاں تھے ہمیں تمہاری تلاش تھی تھوڑی دیر بعد انہوں نے قاضی کو بلا کے بیٹی کا نکاح بھتیجے سے پڑھوا دیا۔

چند دن بعد نوجوان کو خیال آیا کہ مولانا نے بڑا تیر بہدف تعویذ دیا تھا۔ دیکھنا چاہے کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے تعویذ کھول کے پڑھا لکھا تھا "یا اللہ میں کچھ جانتا نہیں ، یہ شخص کچھ مانتا نہیں۔ تو اس کا مولا یہ تیرا غلام اب تو جانے تیرا کام"

(خزینہ مولانا محمد اسلم شیخپوری)

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ کا مدد

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ عَنِ النَّاسِ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا لوگوں سے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے حفاظت کا وعدہ فرمایا پھر ہر موقع پر حفاظت کر کے دکھلایا خصوصاً ہجرت کی رات جب مشرکین مکہ نے آنحضرتؐ کو شہید کرنے کیلئے سو جوانوں کو آپؐ کے محاصرہ کیلئے بھیجا تو اللہ عزوجل نے ان سب کے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باحفاظت نکال کر دکھایا۔

پھر جب غار ثور میں آپؐ اپنے گہرے رفیق کے ساتھ روپوش ہو گئے تو مشرکین آثار قدم ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک پہنچ گئے۔ مگر اللہ نے حفاظت کا ایسا زبردست انتظام فرمایا کہ وہ وہیں سے ناکام ونامراد لوٹ گئے۔

یہود نے آپ پر چکی کا پاٹ گرانا چاہا مگر اللہ نے ان کی تدبیر بد سے پہلے ہی اپنے نبی کو اطلاع فرما کر محفوظ مقام کی طرف منتقل ہونے کا حکم فرمایا۔

ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر کھلانے کی بدتمیزی کی تو اللہ نے اس کی مکر کو بھی ناکام بنا دیا۔

غزوہ احد اور حنین کی جنگوں میں جب صحابہ کرام شکست کھا کر پھر گئے تو اللہ کے نبی دشمن کے تیروں کی بوچھاڑ میں سینہ سپر کھڑے رہے اللہ نے تیروں کی بارش میں اپنے حبیب کی حفاظت فرمائی۔

ایک سفر کے موقع پر آپؐ تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ ایک مشرک نے آپؐ ہی کے تلوار کو آپ ہی پر سونتا اور کہنے لگا مَنْ يَّعْصِمُكَ مِنِّي ؟ تجھے کون بچائے گا مجھ سے ؟ تو آپؐ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا اللہ۔ اس پر وہ کانپنے لگا اور تلوار اس کی ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ تو آپؐ نے تلوار اپنے قبضہ میں لے لیا۔

یہ ہے اللہ کی حفاظت جب وہ حفاظت کا ارادہ کرے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اللہ کی قدرت کا مشاہدہ

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک قوم کو وعظ اور نصیحت کی لیکن سوائے چند

اشخاص کے کوئی ایمان نہیں لایا۔ نسل پر نسل چلی گئی بلکہ ہر آنے والی نسل پچھلی سے زیادہ شریر ثابت ہوئی۔ اور اللہ نے بھی ان کو بتلا دیا

اِنہ لَنۡ یُؤمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ آپ کی قوم میں جس کو ایمان لانا تھا لے آیا اب اور کوئی ایمان قبول نہیں کرے گا۔

اُس وقت حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی (اے میرے رب) اَنِّـــیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ میں عاجز ہوگیا پس تو مدد فرما۔ پیغمبر نے مدد کی درخواست کی اللہ نے نسل در نسل کفر پر ڈھٹے رہنے والوں کی صفایا کا بندوبست شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ففَتَحۡنَا اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ پھر ہم نے کھول دیے آسمان کے دھانے ٹوٹ کر برسنے والے پانی سے۔ اور

وَفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا، اور زمین سے چشمے بہا دیئے۔

فَالۡتَقَی الۡمَآءَ عَلٰیۤ اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ، پھر مل گیا (آسمان اور زمین کا) پانی ایک کام پر جو تجویز ہو چکا تھا۔

چنانچہ طوفان بڑھا اور کفار ہلاک ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ

حضرت ابرہیمؑ کی عمر مبارک بڑھاپے کو پہنچ گئی۔ اس تمام عرصے میں حضرت ابراہیمؑ کا کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس لئے آپؑ نے اولاد صالح کیلئے اپنے رب سے دعا فرمائی

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ اے میرے رب مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما۔

یہاں خلیل کی دل کی خواہش نوک زبان پر آ گئی وہاں سے جواب آیا فَبَشَّرۡنٰـــهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد اور پوری قوم سے کہتے تھے کہ تم لوگ ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور ان بتوں سے کیوں مانگتے ہو؟ بے شک یہ بت نہ بولتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ ہی نفع ونقصان دیتے ہیں۔ مگر لوگ سمجھنے کے بجائے غضبناک ہو کر مخالفت کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت ابرہیمؑ نے ان کے بتوں کو کلہاڑی سے توڑ دیا بتوں

کی انجام دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے

حَرِّقُوْہُ وَانْصُرُوْا اٰلِھَتَکُمْ ان (ابراہیمؑ) کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو۔ چنانچہ ان لوگوں نے بڑی آگ جلائی اور اس میں حضرت ابراہیمؑ کو پھینک دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی مدد فرمائی اور آگ کو حکم فرمایا

یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ سب لوگ حیران ہو کر دیکھ رہے تھے کہ آگ ابراہیمؑ کو تکلیف نہیں دے رہی اور ابراہیمؑ بہت خوش اور صحیح وسالم ہیں۔ یہ ہے وہ اللہ جو اسباب ہلاکت میں بھی حفاظت کر کے دکھاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا یا اللہ تو مردوں کو کیسے زندہ کریگا؟ اللہ نے فرمایا﴿ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ﴾ چار پرندے لو [فسرھن] انہیں مانوس کرو پھر انہیں قیمہ قیمہ کرو۔ پھر چار پہاڑوں پر ان کی قیمہ کی ہوئی بوٹیاں رکھ دو۔ پھر انہیں بلاؤ [یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا] پھر دیکھنا وہ تیرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا چاروں پرندو کی قیمہ آپس میں ملا کر چار مختلف جگہوں پر رکھا ان کو بلایا تو چاروں جگہوں سے ان کی بوٹیاں نکل کر باہر آئیں اور پھر اڑتی ہوئی آکر آپس میں مل گئیں۔ آواز آئی ابراہیم پتہ چل گیا ہماری قدرت کا۔

سیدنا زکریا اور بی بی مریم علیہما السلام کا واقعہ

حضرت مریمؑ کی والدہ ان کو بیت المقدس کی خدمت کیلیے وقف کی۔ اور حضرت زکریاؑ کو ان کا سرپرست بنایا۔ جب حضرت زکریا کہیں جاتے تو اس کو اپنے کمرہ خاص میں بند کر کے تالا لگا کر جاتے پھر جب واپس آتے تو کھول لیتے۔ لیکن قرآن کہتا ہے

کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا جس وقت بھی حضرت زکریاؑ حجرے میں ان کے پاس آتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔

(بالاخر ایک مرتبہ پوچھ ہی لیا)

قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللہ اے مریم! کہاں سے آیا تیرے پاس یہ رزق کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے

یہ منظر دیکھ کر حضرت زکریاؑ نے دعا کی ''اے میرے رب مجھے عطا کر اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر فرما'' عمر رسیدہ پیغمبر کے لرزتے ہاتھ اپنے قادر مطلق رب کے بارگاہ میں اٹھے ہی تھے کہ اوپر سے خطاب ہوا

یَازَکَرِیَّااِنَّانُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ یَحْیٰ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰ ہے۔

حضرت ایوبؑ کا واقعہ

حضرت ایوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں مبتلا کیا۔ بدن میں سخت قسم کی بیماری لگا گئی۔ مفسریں حضرات نے لکھا ہے کہ آپؑ سات سال چند ماہ اسی حال میں رہے مگر کبھی جزع وفزع یا شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہیں آیا جب اللہ کو منظور ہوا تو بارگاہ الٰہی میں شفایابی کی دعا کی قرآن کہتا ہے

وَاَیُّوْبَ اِذْنَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ جب کہ ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ہم نے ان کی دعا قبول کی (اور حکم) ہوا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ لات مار اپنے پاؤں سے۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ نے زمین پر ایڑ لگائی جس سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹنے لگا۔ (پھر ارشاد ہوا) هٰذَامُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ یہ چشمہ ہے ٹھنڈا نہانے اور پینے کو۔

چنانچہ حضرت نے غسل کی اور پانی پیا جس سے آپ صحت مند، خوشنما اور تندرست ہو گئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

جب حضرت یونس علیہ السلام نے اِدھر اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا دہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فورا یہاں پہنچ گئی۔ (کما قالہ ابن مسعودؓ) اور یونس کو نگل لیا۔ پھر وہ مچھلی کے پیٹ میں جتنا اللہ نے چاہا رہے۔ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا سمندر کا اندھیرا اور رات کا اندھیرا، ایک اندھیرے پر دوسرا اندھیر تھا۔ سلامتی اور نجات کتنی دور تھی۔ لیکن جب حضرت یونسؑ نے اُن تمام اندھیروں میں اللہ

تعالیٰ کو پکارا۔ عرض کرنے لگے

لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سورہ الانبیاء/۸۷)	(اے!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو (سب عیبوں سے) پاک ہے میں بے شک قصوروار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (الانبیاء /۸۸)	سو ہم نے اس کی دعا قبول کی، اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی۔

۔اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو (بھی ہر کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح یونس علیہ السلام کو اندھیروں سے نجات دی بالکل اسی طرح ہم ہر ایمان والے کو نجات دیا کریں گے جب کہ وہ صدق ایمان اور خلوص دل کے ساتھ مشکل حالات میں ہماری طرف متوجہ ہوں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

عزیرؑ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک ویران دیکھا اس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے دل میں کہا یہاں کے ساکن سب مر گئے کیونکر اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کرے گا۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہوئی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ پھر سو برس بعد عزیرؑ زندہ کئے گئے ان کا کھانا پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا مگر ان کا گدھا جو مر چکا تھا اس کی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری ہوئی تھیں حضرت عزیرؑ کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب جمع کی گئیں ۔پھر ان پر گوشت پھیلایا گیا اور پھر چمڑا درست ہوا پھر اللہ کی قدرت سے اس میں جان آ گئی حضرت عزیرؑ نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، (سورہ البقرہ/۲۵۹)	کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ o وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ o وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾ (الجاثیہ)

وعن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "اِنَّ الشَّمْسَ والقَمَرَ اٰیتانِ مِنْ اٰیاتِ اللّٰہِ لاینکسفانِ لِموتِ احدٍ" (رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے شروع میں فرمایا میں رب العالمین ہوں۔ عالمین عالَم کی جمع ہے علامہ قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں

العالَم اسمٌ لمایُعلم بہ غلب فیمایُعلَم بہ الصانع،

عالَم نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعے کسی چیز کا علم ہو۔ پھر غالب ہوگیا اس کا استعمال ان چیزوں میں جن کے ذریعے صانع کا علم ہو۔

اللہ کے ماسوا جتنی چیزیں ہیں وہ سب اللہ کی مصنوعات ہیں۔ اللہ ہی ان کا صانع (پیدا کرنے والا) ہے۔ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے وجود اور اُس کی قدرتوں پر دلالت کرتے ہیں۔

انسان اللہ کی قدرت کا نمونہ

انسان خود جو اشرف المخلوقات میں سے ہے اللہ کی قدرتوں کا خاص مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَاتُبْصِرُوْنَ، تم اپنے میں کیوں غور نہیں کرتے ہو

اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ کے اندر تین اندھیروں میں ایک نطفے پر تجلی ڈالتا ہے۔ اُنہی اندھیروں میں آنکھیں بناتا ہے۔ منہ، کھال، پلک بھنویں، ناخن، انگلیاں، دل اور پھیپھڑے بناتا ہے۔ ایک وقت میں ایک نہیں بلکہ کروڑوں ماؤں کے پیٹ میں بچے اور بچیاں بنا رہا ہے، پانی کے قطروں کو خلیوں میں تبدیل کرتا ہے۔ پھر خلیوں کو آپس میں جوڑ کر گوشت پوست کے انسان کو وجود دیتا ہے۔ ایک متوسط قد وقامت انسان کے جسم میں خلیات

کی تعداد ایک کروڑ ارب کے قریب قریب ہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ ہر سیکنڈ میں خون کے 10 لاکھ خلیات ختم ہو جاتے ہیں اور پھر اُتنے ہی جنم لیتے ہیں۔

انسانی جسم میں ایک سیل ہے جو خوردبین کے بغیر عام طور پر آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ یہ فیٹس ہے جو انسولین بناتا ہے۔ اس کے بگڑنے پر انسان کو شوگر کا مرض ہو جاتا ہے۔ اس چھوٹے سے سیل پر اب تک لاکھوں انسان پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ ارب ہا ڈالر خرچ ہو چکے ہیں مگر اب تک اس ایک سیل کے بارے میں مکمل معلومات نہیں ہو سکا۔ حالانکہ انسانی جسم کل پچیس کھرب سیل پر مشتمل ہے۔

انسان کا دماغ ایک ملین سے زائد خلیوں سے بنا ہوا ہے جنہیں نیوران کہتے ہیں۔ دماغ کے خلیے اپنا کا ایک کھرب سے زائد ریشوں کے ذریعے سے کرتے ہیں جو پورے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دماغ بیک وقت اپنے اندر دس کھرب معلومات کو محفوظ کر سکتا ہے۔

ہر کان میں ایک ایک لاکھ پردے لگے ہوئے ہیں۔ یعنی ایک لاکھ ٹیلیفوں دائیں کان میں اور ایک لاکھ ٹیلیفون بائیں کان میں موجود ہیں جو آواز کو وصول کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ اور کان کے آگے تین ہڈیاں باہم پیوست ہیں جو اونچی اور سخت آوازوں کو نرم کر کے آگے پہنچاتے ہیں۔

آنکھ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب کیمرہ بنایا ہے ایک آنکھ میں تیرہ کروڑ بلب لگے ہوئے ہیں اُن میں سے چھ لاکھ بلب صرف رنگ بتاتے ہیں۔ اگر وہ چھ لاکھ اللہ تعالیٰ بجھا دے تو ہر چیز سفید ہی سفید نظر آئے۔ اور کچھ بلب ایسے ہیں جو روشنیاں بتاتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ بجھا دے تو فاصلے کی سمجھ ختم ہو جائے۔ آدمی چیزوں سے ٹکرا جائے۔ اور کچھ بلب ہیں اگر وہ بجھ جائیں تو سائز کا پتہ نہ چلے کہ دو فٹ کا ہے یا دو انچ کا۔ اگر سب کو اللہ تعالیٰ بجھائے تو انسان اندھا ہو جائے۔

انسان کے اعضاء میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ دل کو بناتا ہے۔ دل بارہ (۱۲) سینٹی میٹر لمبا، نو (۹) سینٹی میٹر چھوڑا اور چھ (۶) سینٹی میٹر موٹا ہے۔ ایک صحت مند انسان کا دل ایک منٹ میں ستر (۷۰) بار دھڑکتا ہے اور فی منٹ پانچ لٹر خون پمپ کرتا ہے۔ تمام اعضاء تھک کر آرام کرتے ہیں مگر دل کبھی آرام نہیں کرتا۔

زبان ایک تو بولنے کا کام دیتی ہے۔ اور یہ ذائقے بتاتی ہے۔ زبان میں تین ہزار چھوٹے چھوٹے خانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان خانوں کو کھولا ہے۔ یہ بتاتے ہیں کہ آپ جو کھا رہے ہیں ترش ہے یا کڑوا، میٹھا ہے یا نمکین۔ اگر اللہ تعالیٰ ان خانوں کو بند کر دے تو میٹھا اور کڑوا سب برابر ہو جائے۔

زمین اللہ کی قدرتوں کی نشانی ہے

ہماری یہ زمین چوبیس ہزار کلومیٹر کا ایک گیند ہے۔ اس کی سطح 19 کروڑ ستر 70 لاکھ مربع میل ہے۔ اور 66 ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ ہر سیکنڈ یعنی ہر اٹھارہ کلومیٹر کے بعد دو اعشاریہ آٹھ ملی میٹر سورج سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر یہ دو اعشاریہ آٹھ کے بجائے دو اعشاریہ پانچ یا تین ملی میٹر روزانہ سورج سے دور یا نزدیک ہونا شروع ہو جائے تو چند دنوں میں ساری کائنات آپس میں ٹکرا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس میں قوتِ کشش رکھا ہے زمین ہر چیز کو متواتر طریقے سے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو دوگنا کرتا تو اس کی قوتِ کشش بھی دوگنی ہو جاتی تو زمین پر چلتے ہوئے یوں لگتا جیسے پاؤں کیچڑ میں پھنسا ہوا ہو۔ اور اگر مذکورہ حجم سے چھوٹا کرتا تو ہم خود بخود اڑنے لگتے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی کشش ثقل کو واپس لے لے تو یہ چھ ہزار کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کی طرف چلنا شروع کر دے اور ہفتوں میں سورج کی آگ میں جا گرے۔

ہوا اللہ کی خالقیت کا نمونہ

ہمارے اوپر پانچ سو میل لمبا ہوا خلاف ہے جو کہ ہمارے جسم کے ہر مربع انچ پر تقریباً (۱۵) پونڈ کا دباؤ ڈالتا ہے۔ ہمارے سر پر ہوا کا جو لمبا ستون ہر کھڑا رہتا ہے۔ اس کا وزن (۶۲۲۴) پونڈ ہے۔

فضا میں اکیس فیصد آکسیجن گیس ہے۔ اور اٹھتر فیصد ہائیڈروجن اور ستر فیصد نائٹروجن ہے۔ اور ایک صرف فیصد کاربن آکسائیڈ ہے۔ اگر آکسیجن اکیس فیصد کے بجائے بائیس فیصد ہو جائے تو دنیا میں ستر فیصد آگ لگنے کے واقعات بڑھ جائیں۔ آج پندرہ ارب سال دنیا کی عمر ہے مگر آکسیجن کی تناسب میں نہ ایک فیصد بڑھ گیا نہ گھٹ گیا

۔ یہاں آ کر انسانیت سر پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ سائنس تھکتی ہے۔ کہ کون ہے جس نے اس لیول کو اکیس فیصد پر فکس کیا ہے۔ کاش مسلمان جا کر انہیں بتاتے کہ وہ اللہ ہے۔

بادلوں کی عجیب خلقت

ایک سیکنڈ میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن پانی بخارات بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے ۔ ایک کالا بادل تین ٹن پانی لے کر چلتا ہے۔ ایک سال میں پانچ سو تیرہ ارب کھرب ٹن پانی بخارات بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ عام بادلوں کی بلندی بارہ سو میٹر ہوتی ہے۔ اگر بارہ سو میٹر کی بلندی سے اگر کوئی چیز گرائی جائے تو اس کی رفتار پانچ سو اٹھاون (558) کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ جب کہ گولی کی رفتار سترہ سو 1700 کلو میٹر فی گھنٹہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پانی کے قطرے کے نیچے آنے سے پہلے اتنی روکاوٹیں کھڑی کرتا ہے کہ پانی ان سے ٹکراتے ٹکراتے جب زمین پر گرتا ہے تو اس کی رفتار بمشکل آٹھ کلو میٹر فی گھنٹہ رہ جاتی ہے ۔ اسی کو اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ﴿انا صببنا المآء صبا﴾ میں پانی کو انوکھے انداز سے اتارتا ہوں۔

سورج اللہ کی قدرت کا شاہکار

سورج ہم سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس سے جو روشنی حاصل ہوتی ہے اس کی رفتار 1 لاکھ 86 ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ سورج کے گرد جو شعلے ہیں وہ ایک لاکھ کلو میٹر کے شعلے ہیں۔ اس میں سے جو آگ نکلتی ہے اس کا صرف ایک حصہ زمین پر اترتا ہے اور بقیہ بیس کروڑ ننانوے لاکھ نوے ہزار نو سو ننانوے حصہ فضا میں ختم ہو جاتا ہے۔ اگر دو فیصد گرمی گزر کر زمین پر پہنچ جائے تو انسانوں کی ہڈیاں اور بوٹیاں خود بخود گوشت کی طرح ابلنے لگیں۔

چیونٹی اللہ کی نشانی

چیونٹی کے بل میں ہزاروں کی تعداد میں انڈے ہوتے ہیں جن سے بچے نکلتے ہیں ۔ اس میں سے کچھ پہرہ دار ہیں۔ کچھ غلہ لانے والے ہیں۔ کچھ ملکہ کے ساتھ رہنے والے ہیں۔ کچھ نئے گھروں کی تلاش اور تعمیر کیلئے ہیں۔ چیونٹی انڈے سے نکلتے ہی اپنا کام جانتی ہے۔ نہ کوئی اسے پڑھاتا ہے نہ کوئی اسے سکھاتا ہے۔ ہر چیونٹی کے ماتھے پر دو انٹینا ہوتے

ہیں۔ وہ آکر ان نٹینا کے ذریعے دروازے پر دستک دیتی ہے۔ ارب ہا کھرب ہا چیونٹیوں میں ہر ایک چیونٹی کے دستک دینے کی آواز دوسری سے مختلف ہے۔

شہد کی مکھی میں اللہ کی قدرت

شہد کی مکھی شہد کی تلاش میں نکلتی ہے۔ اس کے سر پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا زبردست انٹینا فٹ کیا ہے کہ وہ اپنی چھتے سے سینکڑوں میل دور چلی جاتی ہے۔ جہاں اس نے شہد تلاش کیا وہاں سے اپنے چھتے تک بیس میل دور ہو مشرق کی طرف ہو یا مغرب کی طرف اونچائی پر ہو یا نیچائی پر یہ سارے نقشے وہ ذہن میں لیتی ہے۔ اس نقشے سے تھوڑا سا اوپر جا کر رقص کرتی ہے۔ اور اس میں وہ اپنی جگہ کا پیغام چھوڑ دیتی ہے۔ اور اس کے چھتے میں ایسا سسٹم ہے کہ آواز کو قبول کرتی ہے۔

یہ ایسا زبردست نظام ہے کہ اس کا چھوڑا ہوا پیغام دوسری شہد کی مکھی کھینچ نہیں کر سکتی صرف اس کی مکھیاں اس کو وصول کرتی ہیں۔

اللہ کا غیر اللہ کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا

قال اللہ تعالی ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

وقال النبی ﷺ لابن عباسؓ یاغلام احفظ اللّٰہ یحفظك احفظ اللّٰہ تجدہ تجاهك واذا سئلت فسئل اللّٰہ واذااستعنت فاستعن باللّٰہ واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوك لم ینفعك الا بشئی قد کتب اللّٰہ لك ولو اجمعتوا علی ان یضروك بشئی لم یضرك الا بشئی قد کتب اللّٰہ علیك رفعت الاقلام وجفت الصحف (رواہ احمد والترمذی)

اللہ تعالی ہی قدرت کاملہ رکھتا ہے سمیع ہے بصیر ہے اور کامل الاختیار والا ہے جو کچھ کرتا اپنے اختیار سے کرتا ہے، مارنا زندہ کرنا، عزت دینا ذلت دینا رزق دینا فقیر کرنا بیمار کرنا صحت دینا خوش کرنا غمگین کرنا نعمت دے کر ہنسانا، تکلیف لا کر رُلانا سب اسی ایک وحدہ لا شریک کے اختیار میں ہے اللہ عزوجل کے سوا تمام مخلوق ہیں وہ سب محتاج ہیں ان کے اختیار میں کچھ بھی نہں جب تک اللہ کی مشیت خود شامل حال نہ ہو

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس/۱۰۷)

اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے کوئی اور اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچائے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمائیں وہ بڑی مغفرت اور رحمت والے ہیں۔

اسی طرح سورہ فاطر میں فرماتے ہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ، وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (فاطر/۲)

جو کچھ کھول دے اللہ لوگوں پر رحمت میں سے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ اور جو کچھ روک کر رکھے تو اس کے سوا کوئی بھیجنے والا نہیں وہی زبردست حکمتوں والا ہے۔

اسی سورہ فاطر کی آیت نمبر ۴۱ میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰـهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	تحقیق اللہ تھام رہا ہے آسمانوں اور زمین کو کہ
اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ	ٹل نہ جائیں اور اگر ٹل جائیں تو اس کے علاوہ
اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْماً غَفُوْراً	کوئی ان کو تھام نہ سکے بیشک وہ تحمل والا اور بخشنے
(سورہ فاطر ٤١)	والا ہے

فائدہ:۔ چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالی درہم برہم کریگا تو کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی۔ تمام مخلوقات کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے جائے تو یہ وہ چیز بھی اس سے واپس نہیں لے سکتے چنانچہ آپ اس آیت میں غور فرمائیں اللہ تعالی نے کتنی عجیب مثال فرمائی ہے۔

ارشاد باری عزوجل ہے

يَـاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ	اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کیجاتی ہے
اِنَّ الَّـذِيْنَ تَـدْعُـوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ	اسکو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے) اس میں کوئی شبہ
يَّـخْـلُـقُـوْا ذُبَـابـاً وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَـهٗ وَاِنْ	نہیں کہ جن (غیر اللہ) کو تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت
يَّسْلُبْهُـمُ الـذُّبَابُ شَيْئاً لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ	کرتے ہو (یا پکارتے ہو) وہ ایک مکھی کو بھی
مِـنْـهُ ضَعُفَ الـطَّـالِـبُ وَالْمَطْلُوْبُ	پیدا نہیں کرسکتے۔ اگر چہ سب کے سب جمع
(الحج/٧٣)	ہو جائیں۔ اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے

تو اس (چیز کو) اس سے نہیں چھڑا سکتے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک دن آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا "لڑکے اللہ تعالی کے تمام احکام (حلال و حرام) کا خیال رکھو اللہ تمہارا خیال رکھے گا، اللہ تعالیٰ کے حق کا خیال رکھو گے تو تم اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے، اور جب تم سوال کا ارادہ کرو تو صرف اللہ تعالیٰ کے آگے دست سوال دراز کرو، جب تم مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو، نیز فرمایا

واعلم ان الامة لواجتمعت علىٰ ان	اگر تمام جن وانس مل کر تمہیں نفع پہچانا چاہیں
ينفعوك لم ينفعوك الا بشیء قد كتب	تو ہر گز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔ مگر صرف اس

اللہ لك ولم اجتمعوا علىٰ ان یضروك بشیء لم یضروك قد کتب اللہ علیك۔

چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر تمام مخلوقات مل کر بھی تمہیں کسی طرح نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گیں علاوہ صرف اس چیز کے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

بادشاہوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں

حضرت ابودرداء کی روایت ہے کہ

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول، انا اللہ لا الہ الا انا، مالك الملك وقلوب الملوك فی یدی ان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم بالرحمة والرافة وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطة والنقمة فاموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوك والکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم، (مشکوٰۃ المصابیح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دل ان پر رحمت اور مہربانی کیلیے پھیر دیتا ہوں۔ اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل ان پر غصہ اور انتقام کیلیے پھیر دیتا ہوں جس سے وہ ان کو سخت عذاب پہنچاتے ہیں۔ اسلیے تم بادشاہوں کیلیے بدعا کرنے میں مشغول ہونے کے بجائے میرے یاد میں لگو اور میری طرف عاجزی اور زاری کروتا کہ میں ان کی تکالیف سے تمہیں محفوظ رکھوں۔

مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دنیا میں جو بھی واقعات وحالات پیش آتے ہیں وہ سب اللہ ہی کی مشیت اور ارادہ سے ہوتے ہیں اور مخلوق اپنے تمام افعال میں اسی کا محتاج ہے۔

تاریخ کے صفحات سے مخلوق کی بے بسی پر کچھ حقیقی دلائل

اب آپ ان لوگوں کے واقعات پر غور فرمائیں جنہیں لوگ کچھ سمجھتے تھے یا وہ بزعم خود اپنے آپ کو کچھ کرنے کے قابل سوچھا کرتے تھے۔

حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ وقت متوکل نے گارد بھیجی تاکہ آپ کو پا بہ زنجیر بغداد لے کر آئیں۔ جب آپ خلیفہ کے دربار میں پہنچے تو فرمایا "آج میں نے مسلمانی ایک بوڑھی عورت سے سیکھی ہے "لوگوں نے پوچھا وہ کیسے فرمایا جب میں خلیفہ کے دربار میں پہنچا تو اس دربار کو رعب و دبدبہ والا پایا، اور دربان وخدام دیکھے تو مجھے اپنے اندر کچھ تغیر ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اچانک ایک عورت لاٹھی لیے سامنے آئی اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی: خبردار جس کے پاس تمہیں لے جارہے ہیں اس سے ہرگز مت ڈرنا کیونکہ وہ اور تم دونوں ایک خدا کے بندے ہو۔ جب تک خدا نہ چاہے کوئی کسی بندہ کے ساتھ کچھ نہیں کرسکتا۔ (تذکرہ اولیاء اللہ ج/۱)

ایک بادشاہ کسی فقیر کے خدمت میں حاضر ہوا۔ (کچھ گفت وشنید کے بعد) کہنے لگا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔ فقیر نے کہا مکھیاں اور مچھر مجھے بہت دق کرتے ہیں ان کو حکم دیجئے کہ مجھے نہ ستایا کریں۔ بادشاہ نے کہا میرے حکم سے تو منع نہیں ہوسکتے۔ فقیر نے کہا جب ایسے حقیر ترین جانور بھی آپ کی اطاعت سے منحرف ہیں اور آپ کو اُن کی دفیعہ پر قدرت نہیں تو اور کس چیز کیلیے آپ سے امداد طلب کروں۔ (مخزن اخلاق)

نمرود اور اس کے ماننے والوں کی بے بسی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد اور پوری قوم سے کہتے تھے کہ تم لوگ ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور ان بتوں سے کیوں مانگتے ہو؟ بے شک یہ بت نہ بولتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ ہی نفع ونقصان دیتے ہیں۔ مگر لوگ سمجھنے کے بجائے غضبناک ہو کر مخالفت کرتے۔

ایک مرتبہ ان لوگوں کی عید آگئی۔ وہ خوشی خوشی عید میلہ کیلیے نکلے۔ حضرت ابرہیمؑ کلہاڑا لے کر بتوں کے پاس آئے۔ اور کلہاڑی سے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر کلہاڑا اس کے گردن میں لٹکا دیا۔ جب وہ لوگ عید سے واپس ہوئے اور بت خانہ میں داخل ہوئے اور بتوں کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ بت خانہ میں داخل ہوتے

ہی وہ تعجب میں پڑ گئے اور افسوس کیا اور غضبناک ہو کر کہنے لگے

من فعل ھٰذا بآلھتنا   کہ یہ حشر ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا؟

کسی نے کہا ہم نے ایک نوجوان کے بارے میں سنا ہے کہ وہ اِن (بتوں کی بُرائی سے) ذکر کرتا رہتا ہے۔ اسے ابراہیم کہتے ہیں۔ غرض حضرت ابرہیمؑ کو بلایا گیا۔ تو بت پرست کہنے لگے

اانت فعلت ھذا بآلھتنا یا ابراھیم   اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ معاملہ تم نے کیا؟

تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا یہ تو ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے اُنہی سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتا ہے۔ اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے، پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو۔ پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا اور کہنے لگے

لقد علمت ماھٰؤلاء ینطقون   (اے ابراہیم!) تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ (بت) تو نہیں بول سکتے۔

تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا

افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضرکم؛   کیا تم خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

شاید کوئی یہ سمجھے کہ بتوں سے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ تو بے جان ہیں مگر زندہ تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی صراحت فرمائی کہ جب وہ لاجواب ہو گئے تو آپس میں کہنے لگے

حرقوہ وانصروا آلھتکم   ان (ابراہیمؑ کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو۔

چنانچہ ان لوگوں نے بڑی آگ جلائی اور اس میں حضرت ابراہیمؑ کو پھینک دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی مدد فرمائی اور آگ کو حکم فرمایا

یانار کونی بردا وسلما علیٰ ابراھیم   اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

۵ (الانبیاء/ ۶۰ الی ۶۹)

سب لوگ حیران ہو کر دیکھ رہے تھے کہ آگ ابراہیمؑ کو تکلیف نہیں دے رہی اور ابراہیمؑ بہت خوش اور صحیح و سالم ہیں۔

یہ ہے وہ اللہ جو اسباب ہلاکت میں بھی حفاظت کر کے دکھاتا ہے۔ اسی حقیقت اور کیفیت کو حاصل کرنے کا نام ایمان ہے۔

جسے اللہ رکھے اسے کوئی فنا نہیں کر سکتا

چوتھی صدی ہجری میں منصور نامی ایک شخص اندلس کا حکمران گزرا ہے اُس نے کسی جرم میں ایک آدمی کو گرفتار کر لیا مجرم کی والدہ نے بیٹے کی رہائی کیلیے رحم کی اپیل کی جس سے منصور مزید بگڑ گیا اور قلم ہاتھ میں لے کر لکھنا چاہا اُسے پھانسی دی جائے لیکن لکھا اسے رہا کیا جائے۔ وزیر نے وہ رقعہ لے کر اس کی رہائی حکم جاری کیا۔ منصور نے پوچھا کیا لکھا؟ وزیر نے کہا فلاں کی رہائی کا لکھا۔ منصور بھڑک اٹھا، اسے پھانسی دی جائے رہائی کا کس نے کہا ۔ وزیر موصوف نے اس کو پرچی تھما دی جس پر ''اسے رہا کیا جائے'' لکھا تھا کہنے لگا یہ غلطی سے لکھ دیا ہے۔ اس کو پھانسی دینی ہے اور سابقہ حکم مٹا کر لکھنا چاہا ''اسے پھانسی دی جائے'' لیکن لکھا اسے رہا کیا جائے۔ وزیر نے حکم کے مطابق رہائی کا حکم دیا منصور نے پوچھا کیا لکھا؟ وزیر کہنے لگا فلاں کی رہائی کے لیے لکھا۔ منصور آگ بگولا ہوا ''اسے پھانسی دینی ہے پھانسی'' رہائی کا کس نے کہا۔ وزیر نے پھر اسی کا لکھا ہوا رقعہ سامنے کیا جس میں رہائی کیلیے لکھا تھا۔ کہنے لگا یہ غلطی ہے۔ لیکن تیسری بار بھی اسی طرح ہوا منصور کے قلم سے پھانسی کی بجائے اس کیلیے آزادی کا پروانہ جاری ہوا۔ جب تین بار اس طرح ہوا تو تقدیر کے سامنے منصور کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ کہنے لگا اسے میرے نہ چاہنے کے باوجود رہا کر دیا جائے۔ اللہ جس کو رہا کرنا چاہے میں اسے نہیں روک سکتا ہوں۔

اللہ جسے رکھے اس کو کون فنا کر سکتا ہے۔

پس لا الہ الا اللہ کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔

توکل علی اللہ

قال اللہ عزوجل ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّل عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفاً بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَسْتَرقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (رواہ البخاری)

توکل دین کے منازل میں سے ایک منزل ہے اور مقربین عنداللہ کے عالی درجات میں سے ایک بلند درجہ ہے لیکن علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل اور فہم اور سمجھ کے لحاظ سے ایک بہت باریک موضوع ہے یعنی اسباب ظاہری پر بھروسہ کرنا تو توحید میں شریک کرنا ہے لیکن اسباب سے بالکل تساہل اور غفلت برتنا سنت کی مخالفت بلکہ سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہے اس لئے معنیٰ توکل کو اس طرح سمجھنا کہ مقتضاء توحید کے بھی موافق ہو اور عقل اور شرح کے بھی مطابق ہو نہایت باریک اور مشکل ہے یہیں پہنچ کر معتزلہ، جبریہ اور جاہل صوفیہ کے قدم لڑکھڑا گئے اور راہ حق سے بھٹ کر ظلمات کی طرف قدم بڑھانے لگے نیتجتاً کسی نے انسان کو مجبور محض سمجھا، کسی نے اللہ کے صفات کا انکار کیا تو کسی نے اسباب قطعیہ کو چھوڑ کر راہ جنون اپنائی توکل میں زیادہ غلو کر کے اسباب قطعیہ کو ترک کرنے سے مخالفت شریعت لازم آتی ہے اور اسباب میں لگ کر مسبب الاسباب کو بھول جانے سے شرک فی التوحید لازم آتا ہے۔

پھر اسباب تین قسم پر ہیں: (۱) قطعیہ۔ (۲) ظنیہ۔ (۳) وہمیہ۔

قطعیہ یعنی یقینی وہ اسباب ہیں جو اللہ کے حکم ومشیت سے وابستہ ہیں ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا جیسے کھانا پیٹ میں داخل کرنے کیلئے ہاتھ، منہ، دانت وغیرہ۔ ذریعہ آمدن جیسے کسب تجارت، زراعت وغیرہ تو ان اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں بلکہ جنون ہے۔

دوم اسباب ظنیہ وہ ہیں کہ ان کے اختیار کرنے سے مسبب کا حاصل ہونا یقینی نہ ہو بلکہ امید قوی ہو جیسے بیماری میں علاج کرانا، فصد کرنا، پچھنا لگانا وغیرہ ان اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں اس لئے کہ صاحب شرح ﷺ سے پچھنہ لگانا صراحتاً ثابت ہے

اور دوا دارو کے بارے میں ارشاد فرمایا لِکُلِّ داءٍ دواءٌ (رواہ مسلم)۔ البتہ ان اسباب چھوڑنا توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔

سوم اسباب وہمیہ ہیں جیسے داغ دینا، بدفالی، منتر وغیرہ ان اسباب کا چھوڑنا ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین اور موحدین کے بارے میں یہی فرمایا کہ وہ داغ، منتر وشگون پر اعتماد نہیں کرتے۔

جیسے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

وعن ابن عباس رضی الله عنهما	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نے
قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر
وَسَلَّمَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ	حساب جنت میں داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہیں
سَبْعُوْنَ اَلْفاً بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ	جو منتر اور شگون بد نہیں لیتے ہیں اور وہ صرف
لَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ	اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

يَتَوَكَّلُوْنَ (رواہ البخاری)

البتہ اسباب قطعیہ وظنیہ کے اختیار کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ حالِ توکل اور علم دونوں موجود ہوں۔ حالِ توکل یہ ہے کہ بھروسہ صرف اور صرف مسبب الاسباب پر ہو اور علم یہ ہے کہ اسباب جائز اور یقینی اختیار کرے، اسباب قطعیہ کے اختیار کرنے کا خود شرع میں حکم موجود ہے مثلاً بھوک و پیاس کی صورت میں حکم ہے "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا"

کسبِ معاش کے بارے میں حکم ہے "وَابْتَغُوْا مَنْ فَضْلِ اللّٰهِ"

اور حدیث شریف میں ہے "كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَة" (البیہقی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو چادروں کی گٹھڑی بغل میں دبا کر تجارت کے غرض سے بازار تشریف لے گئے مسلمانوں نے برا محسوس کیا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کا اگر شغل نہ کروں تو وہ تباہ ہو جائیں گے۔ (یہ محال ہے کہ کہا جائے کہ حضرت صدیق اکبرؓ مقام توکل میں نہ تھے تو ان سے بڑھ کر مقام توکل پر امت میں کون ہو سکتا ہے؟)

عسکری نے کتاب الامثال میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے

کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم متوکلین ہیں آپؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ متوکل وہ لوگ ہیں جو اپنا بیج زمین میں بکھیر کر رب الارباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

امام التفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ توکل تو کاشتکاروں کا عمل ہے اس لئے کہ یہ لوگ کاشتکاری کرتے ہیں اور اپنے بیجوں کو زیر زمین ڈال دیتے ہیں دراصل یہی لوگ متوکل ہیں (حیٰوۃ الحوان)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ کر یوں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کروں گا مجھے اسی طرح رزق ملے گا آپ کی کیا رائے ہے؟ امام صاحب نے فرمایا ایسا شخص جاہل ہے کیا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا

اِنَّ اللّٰہ جَعَلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رمحی اللہ نے میری رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا ہے

مزید فرمایا کہ احمق کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خشکی وتری میں تجارت کرتے اور اپنے باغات میں کام کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں ان کی اقتداء کرنی چاہیے۔ (احیاء العلوم)

مقصد یہ ہے کہ اسباب قطعیہ وظنیہ کو اختیار کرنے کا حکم ہے مگر نفع رسانی کا یقین صرف اللہ پر ہونی چاہیئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یمن والے جب حج کرنے آتے تو زادراہ ساتھ نہیں لاتے بلکہ کہتے ہم متوکل ہیں اور پھر مکہ شریف میں لوگوں سے مانگتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ زادراہ ضرور ساتھ لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات زادراہ میں (سوال سے) بچنا ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میں اپنی سواری کو) باندھ کر توکل کروں یا کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَعْقِلْهَا وَتَوَکَّلْ" یعنی باندھ کر پھر توکل کرو۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا!

لو أنکم تتوکلون علی اللہ حق کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کرو جیسا کہ اس
توکلہ لرزاقکم کمایرزق الطیر پر توکل کا حق ہے تو یقیناً وہ تمھیں ایسے رزق
تغدو خمانا وتروح بطاناً۔ دے گا جس طرح کہ پرندوں کو روزی دیتا ہے،
وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کسبِ معاش سے دستبردار ہونے کی دلیل نہیں بلکہ رزق تلاش کرنے کی دلیل ہے اور کلام کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے آنے جانے اور دیگر تصرفات میں خدا پر بھروسہ کریں اور اس بات کا یقین رکھے کہ تمام خیر و بھلائی اللہ کے قبضے میں ہے اور اسی کی جانب سے خیر ملتی ہے تو ایسے لوگ سلامت اور مالدار ہو کر واپس لوٹتے ہیں لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے کہ اپنی قوت اور کمائی پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ یہ بات توکل کے خلاف ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان ہو کہ ''توکل'' کسب وعمل کو ترک کرنے کا نام ہے جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو وہ شخص نرا جاہل ہے۔

حضرت امام قشیریؒ کا قول ہے کہ توکل کا اصل مقام دل ہے اور حصول معاش کیلئے حرکت کرنا ایک ظاہری فعل ہے جو توکل کے منافی نہیں بشرطیکہ اصل اعتماد محض اللہ ہی پر ہو۔
(مظاہر حق جدید ص/۴۶۷)

اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال

وَمَـا اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُ كُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْد نَا زُلْفٰى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُ ولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِيْ الْغُرفٰتِ اٰمِنُوْنَ (سورہ سبا / ٣٧)

وعـن ابـى ذر رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: " اِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ (اى لا تتقربون)اِلَى اللّٰهِ بِشَیْءٍ اَفْضَلُ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ ، يعنى القرآن "

(رواه الحاكم فى صحيحه وأبوداؤد فى مراسيله عن جبيربن نفير)

دنیا کی دولت وعزت اور کثرت اولاد کو مقبولیت عنداللہ کی دلیل سمجھنے کا ازل سے شیطان کا فریب رہا ہے۔ یعنی ہمیشہ سے عیش وعشرت کے نشہ میں مخمور ہونے والے یہ دلیل بھی دیتے رہے ہیں کہ اگر ہمارے اعمال وعادات اللہ کو پسند نہ ہوتے تو ہمیں دنیا کی دولت، عزت وحکومت کیوں دیتے؟ یعنی معلوم ہوا کہ اللہ ہم سے خوش اور راضی ہے اسی لئے تو ہمیں اتنا مال واولاد دیا ہے۔

قرآن کریم نے اس کا جواب اس آیت مبارکہ میں دیا ہے

وَمَـا اَمْـوَالُـكُـمْ وَلَآ اَوْلَادُ كُـمْ بِـالَّتِيْ	تمہارے اموال واولاد ایسی چیزیں نہیں جو تم
تُـقَـرِّبُـكُـمْ عِـنْد نَا زُلْفٰى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ	کو درجہ میں اللہ کا مقرب بنادے ، ہاں
وَعَمِلَ صَالِحًا	مگر جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرے۔

یعنی نہ اموال واولاد قبولیت پر مرتب ہے اور نہ قبولیت اموال واولاد پر مرتّب ہے۔ یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل ہرگز نہیں۔ دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، بے دین مزے اڑاتے ہیں اور بہت سارے حق پرست، پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں تو معلوم ہوا کہ مال واولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت اور قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ قرب الٰہی کی علامت اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ صرف ایمان اور اعمال صالحہ کا اہتمام ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا طواف سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا (ارشاد فرمایا)

اَلْحَمْدُ الله الذی اذھب عنکم عبیة الجاھلیة وتکبر ھا الناس رجلان بر تقی کریم علی اللّٰه وفاجر شقی حین علی اللّٰه ثم تلا یا ایھا الناس انا خلقنکم الایه (رواہ ترمذی)

شکر ہے اس اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا اب تمام انسانون کی صرف دو قسمیں ہیں ایک نیک اور حقیقی وہ اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے دوسرا فاجر شقی وہ اللہ کے نزدیک ذلیل وحقیر ہے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی یا ایھاالناس (الی آخرھا)

(۲) تقویٰ ایسا عمل ہے جو بندہ کو پروردگار سے قریب کرتا ہے

ارشاد ربانی ہے

ان اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم (الحجرات/۱۳)

بے شک تم میں بہترین شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جو پرہیزگار ہو۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے ہاں مقرب اور معزز ہونے کا ذریعہ تقویٰ ہے تقویٰ کیا چیز ہے؟۔ تو علماء کرام نے لکھا ہے

التقوی فرط الصیانة تقویٰ کہتے ہیں انتہائی پرہیزگاری کو،

قاضی بیضاوی ابوالخیر عبداللہ ناصرالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اِسْمٌ لِمَنْ یَقِی نَفْسَهٗ عَمَّا یَضُرُّهٗ فِی الْاٰخِرَۃ (تفسیر بیضاوی)

متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے نفس کو بچائے ان برے اعمال سے جو اس کو آخرت میں نقصان پہنچائیں گے۔

مقصد یہ ہے کہ فرائض واجبات کو پابندی سے ادا کرنے، کبیرہ گناہوں اور احرام ومشتبہات سے اپنے آپ کو بچانے کا نام تقویٰ ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علہ سلم نے فرمایا کون شخص ہے جو مجھ سے پانچ باتوں کو سیکھے اور پھر ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو ان پر عمل کرنے والا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص میں ہوں (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ پانچ باتیں گنوائے اور بیان فرمایا۔

اتق المحارم تكن اعبد الناس (والحديث بطوله كذا في مظاهر حق جديد ج ٤ ص ٦٤٠)	تم اُن چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ تو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

(۲) اتباع سنت کی برکت سے بندہ رب سے قریب ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ،وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران)	تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو۔ تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے تمہارے گناہ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس بندہ جس قدر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کوشش کرے گا اتنا ہی بارگاہِ الٰہی میں مقبول ومقرب ہوگا۔

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ''اے بشر! تم جانتے ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے سب اقران پر فوقیت وفضیلت کس سبب سے دی ہے؟'' میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں واقف نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سنت کا اتباع کرتے ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو

(۳) کثرتِ نوافل تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ومايزال عبدي يتقرب الي بنوافل حتي اُحبه ..(وهو جزء من الحديث	ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے دوست بنالیتا ہوں۔

پس چاہیئے کہ بندہ نوافل کی کثرت رکھے مثلاً اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التوبۃ، استخارہ کی نماز وغیرہ کا خوب اہتمام کرے تا کہ تقرب الی اللہ نصیب ہو۔

(۴) اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت سے بھی اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ

اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ (ای لا تتقربون)اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلُ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ ، یعنی القرآن "(رواہ الحاکم فی صحیحہ)

تم لوگ اللہ عزوجل کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی قرآن پاک۔

واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا احمد میر کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے۔ (فضائل قرآن)

(۵) اللہ تعالیٰ کی تقرب حاصل کرنے کا ایک سبب سخاوت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

السخی قریب من الله قریب من الجنة قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من الله بعید من الجنة بعید من الناس قریب من النار والجاھل السخی احب الی الله من عابد بخیل (رواہ الترمذی باب السخاء)

سخی شخص اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ (کی رحمت) سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور آگ سے قریب ہے۔ اور جاہل سخی اللہ کو محبوب ہے عابد بخیل کے مقابلے میں۔

(۶) اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اللہ کو محبوب ہے

عن انس وعبدالله رضی الله عنہما قالاقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم "الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیالہ (رواہ البیہقی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو وہ شخص بہت محبوب ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔

مخلوق کے اندر مسلمان کافر، انسان حیوان سب ہی داخل ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی بخشش اس پر ہوگئی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا۔ جب جانوروں کا یہ حال ہے تو آدمی تو اشرف المخلوقات ہے۔

(۷) توبہ کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے

توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ٥ (البقرہ / ۲۲۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور پاک رہنے والوں سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم للّٰه اشد فرحا من توبة احدکم بضالته اذا وجدھا (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ اس شخص سے جو اس کے سامنے توبہ کرتا ہے اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے کوئی شخص اپنے گم شدہ چیز کے ملنے سے خوش ہوتا ہے۔ جب اسے پالیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ بندہ سے محبت کرتا ہے۔ فرائض کی پابندی، تقویٰ کا اہتمام، اتباع سنت، تلاوت کلام پاک، سخاوت خلق خدا کے ساتھ ہمدردی اور سیٔات پر استغفار کی کثرت ہیں۔ بندہ تھوڑا سا اللہ پاک کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ پاک اس سے بڑھ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ پاک فرماتے ہیں

ان تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعا وان اَتانی یمشی اتیته ھرولة (وھو جز الحدیث رواہ البخاری)

اگر (بندہ) میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں تو دو ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو (میری رحمت) اس کی دوڑ کر چلتا ہے

کلمہ طیبہ کے فضائل

قال اللہ عزوجل ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ﴾

وعن عتبان بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله قد حرم على النار من قال لا اله الا الله يبتغي بذلك وجه الله (رواه الشيخان)

کلمہ طیبہ جس کو کلمہ توحید کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جب کہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے توحید ہی ہے۔ قرآن پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ، قولِ ثابت، کلمہ تقویٰ، مقالید السمٰوٰت والارض وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ کلمہ توحید ہے، کلمہ اخلاص ہے، کلمہ تقویٰ ہے، کلمہ طیبہ ہے، عروۃ الوثقیٰ ہے، دعوۃ الحق ہے، ثمن الجنۃ ہے۔

کلمہ طیبہ ایک ایسا پاکیزہ درخت ہے جو ہر وقت خوب پھل دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِىْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (ابراهيم / ٢٤-٢٥)

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں۔ اور درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مثالیں اس لیے بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ خوب سمجھیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ مراد ہے۔ جس کی جڑیں مؤمن کے دل میں ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مؤمن کے اعمال (صالحہ) آسمان تک جاتے ہیں۔

دنیا و آخرت کے منافع چونکہ اس مبارک کلمہ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں اس لیے یہ تاکید کی گئی ہے کہ بچوں کو سب سے پہلے یہی کلمہ سکھایا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ

عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افتحوا علی صبیانکم اول کلمة بلا الہ الا اللہ ولقنوھم عند الموت لا الہ الا اللہ فانہ من کان اول کلامہ لا الہ الا اللہ واخر کلامہ لا الہ الا اللہ ثم عاش الف سنة لم یسئل عن ذنب واحد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الٰہ الا اللہ یاد کراؤ۔ اور جب مرنے کا وقت آجائے جب بھی لا الٰہ الا اللہ تلقین کرو۔ پس جس شخص کا پہلا کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو پھر وہ ہزار برس بھی زندہ رہے کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچے کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

اس طرح متعدد حدیثوں میں یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو تو اس کی پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ رات میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ دریافت فرمایا اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا فرمایا کہ جنت اس کیلیے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کو پڑھیں تو کیا ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا

ھی اھدم لذنوبھم ھی اھدم لذنوبھم

یہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت منہدم کر دینے (یعنی مٹانے) والا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے

عن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه سلم "مامن عبدقال لااله الاالله فى ساعة من ليل او نهار الاطمست مافى الصحية من السيئات حتىٰ تسكن الىٰ مثلها من الحسنات "(رواه ابو يعلىٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی وقت بھی دن یا رات میں لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں اوران کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے اشادہوا کہ

اذاعملت سيئة فاتبعها حسنة تمحها قلتُ أمن الحسنات لا اله الاالله قال هى افضل الحسنات ، (رواه احمد فى مجمع الزوائد)

جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ بُرائی کی نحوست دُھل) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

لاالہ الا اللہ کا تمام نیکیوں میں افضل ہونا ظاہر ہے کہ یہ کلمہ توحید سارے دین کا مدار ہے اور یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے۔ اور یہی پاک کلمہ دین کی اصل اور ایمان کی جڑ ہے۔ اس مبارک کلمہ کی کثرت اور یقین کے ساتھ ورد نہ صرف دنیا کی سکون وطمانیت کا سبب ہے۔ بلکہ موت کے وقت بھی خوشی اور دلجوئی کا سامان ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ليس على اهل لااله الاالله وحشة عندالموت ولا عند القبر ،

کہ لاالہ الا اللہ (کوصدق دل سے پڑھنے) والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر میں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

ليس على اهل لااله الاالله وحشة فى

لاالہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی

قبورھم ولا منشرھم، نہ میدان حشر میں۔

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلیے چراغ ہیں۔ (۱) دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے (۲) گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے۔ (۳) قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ (۴) آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے۔ (۵) پل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو سونے اور جاگنے کے وقت لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہو اس کو دنیا بھی آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت، سے حفاظت کرے گی۔ اس لیے تو آنحضرتؐ نے کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

اہل کوفہ میں سے ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے سوید بن عمر کو مرنے کے بعد دیکھا کہ نہایت اچھی حالت میں شان و شوکت کے ساتھ ہیں میں نے پوچھا کہ اے سوید! یہ درجہ آپ نے کس طرح پایا فرمایا کہ میں لا الہ الا اللہ بہت پڑھتا تھا۔ تم بھی بہت پڑھا کرو۔ اور کہا کہ داؤد طائی اور محمد بن نصرؒ نے اسی کلمہ کی بدولت پایا جو کچھ پایا۔

(قبر کے عبرتناک مناظر/ ۲۶۸)

ستر سالہ مشرک کی مغفرت کلمہ توحید سے ہوئی

شمعون نام کا ایک آتش پرست حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ہمسایہ تھا بیماری کے بعد جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو لوگوں نے آپ کو خبر کی اور عرض کیا کہ اپنے ہمسایہ کی ذرا خبر لیں۔ آپ اس کے پاس چلے گئے دیکھا کہ آگ کے دھویں سے اس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ساری عمر آگ اور دھوئیں میں بسر کر دی۔ اب آخری مرتبہ تو خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کرو تا کہ خدا تجھ پر رحم کرے......

شمعون نے کہا کہ میری ساری عمر آتش پرستی میں بسر ہوئی۔ اب چند سانس باقی ہیں ان میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ شمعون نے کہا کہ آپ اس بات کی تحریر دیں۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا۔ چنانچہ آپ نے خط لکھ دیا۔ اور اس کی خواہش کے مطابق شہر کے معززین کی گواہی بھی درج کرا دی۔

شمعون خط لے کر ایمان لے آیا۔ اور بہت رویا اور وصیت کی کہ مرنے کے بعد یہ خط میرے ہاتھ میں دے دینا۔ پھر کلمہ پڑھ کر مر گیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کی وصیت پوری کی۔ اپنے ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتارا اور خط اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ رات کو ساری رات آپ متفکر رہے کہ میں نے کیا کیا۔ مجھے اپنی نجات کا علم نہیں دوسروں کو تحریر کیوں لکھ دی۔ اسی فکر میں آپ کی آنکھیں لگ گئیں تو دیکھا کہ شمعون سنہری تاج سر پر رکھے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ پوچھا کیا حال ہے۔ (کہنے لگا) اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا یہ اپنا خط لے مجھے اس کی حاجت نہیں رہی۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ خط آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے خط دیکھ کر درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ خداوند تیرا کام صرف فضل سے ہیں۔ جب ستر سال کے آتش پرست کو کلمے کے عوض بخش دیا تو مؤمن کو کب محروم رکھے گا۔

(تذکرہ الاولیاءؒ)

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلیے پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت او دوزخ کا اُسے کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے۔ اس کی حالت مجھے نظر آئی۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب سترا ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی۔ مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔

(فضائل ذکر ص/۱۰۰)

کلمہ طیبہ کا دوسرا جز محمد رسول اللہ

قال اللہ عزوجل ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح، ۹۲)

وعن جبیر ابن مطعمٍ رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسو اللہ ﷺ یقول "اِنَّ لی اسماءً اَنَا محمَّدٌ وانا احمدٌ وانا الماحی الذی یمحو اللہ بیَ الکُفرَ وانا الحاشر الذی یُحشَرُ النَّاس علیٰ قدمَیَّ وانا العاقِب والعاقِبُ الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" (رواہ البخاری ومسلم)

کلمہ طیبہ دو جزوں پر مشتمل ہے پہلا جز لا الہ الا اللہ اورسرا جز محمد رسول اللہ ہے

لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے	محمد رسول اللہ دلیل ہے
لا الہ الا اللہ میں اقرار ربوبیت ہے	محمد رسول اللہ میں بیان رسالت ہے
لا الہ الا اللہ میں مقصد زندگی ہے	محمد رسول اللہ میں طرز زندگی ہے
″لا الہ الا اللہ میں مقام بندگی ہے	محمد رسول اللہ میں نظام زندگی ہے
لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ ذاتی نام ہے۔	محمد رسول اللہ میں لفظ محمد ذاتی نام ہے
لا الہ الا اللہ میں بارہ حروف ہیں	محمد رسول اللہ میں بھی بارہ حروف ہیں
پہلا جز لا الہ الا اللہ بے نقطہ ہے	تو دوسرا جز محمد رسول اللہ بھی بے نقطہ ہے

پہلا جز بے نقطہ ہے اشارہ ہے اس طرف کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں دوسرا جز بے نقطہ ہے اشارہ اس طرف کہ اللہ کے آقا دو جہاں کے بعد کوئی رسول و نبی نہیں۔ یعنی اللہ عزوجل رب العلمین ہے اور محمد مصطفیٰ رحمۃ للعلمین ہے۔ اللہ پر الوہیت ختم تو محمد رسول اللہ پر رسالت ختم۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قریش کی گالیوں اور لعنتوں سے کس طرح محفوظ رکھا ہے

یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ وہ مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم پر لعنت کرتے
مُذَمَّمًا وَانا محمدٌ، ہیں جبکہ میں محمد ہوں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”میرے متعدد نام ہیں میرا نام محمد ہے اور (دوسرا) نام احمد ہے“

قرآن مجید میں چار مقات پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نام مبارک کا تذکرہ فرمایا ہے

پہلا مقام سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۴۴ میں فرمایا ﴿وَمَا محمدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾

دوسری جگہ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں فرمایا ﴿مَا كَانَ محمدٌ اَبَا اَحَدٍمِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾

تیسری جگہ سورہ محمد آیت نمبر ۲ میں فرمایا ﴿وَآمَنُوْ بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾

چھوتی جگہ سورہ فتح آیت نمبر ۲۹ میں فرمایا ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾

اور ایک جگہ اسم مبارک احمد کا تذکرہ ہے چنانچہ سورہ الصّف کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد فرمایا

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِىْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾

محمد باب تحمید سے اسم مفعول ہے اور باب تفعیل میں مبالغہ ہوتی ہے۔ لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ذات ہے کہ اس کی کمالات اصلیہ اور محاسن جمیلہ کو کثرت کے ساتھ بار بار بیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود فرمایا۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (میرے نبی) ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے
(سورہ انشراح) یعنی جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا۔

اگر کلمہ میں میرا ذکر ہوگا تو کلمہ میں تیرا ذکر ہوگا
اگر قرآن میں میرا ذکر ہوگا تو قرآن میں تیرا ذکر ہوگا
اگر تورات میں میرا ذکر ہوگا تو تورات میں تیرا ذکر ہوگا
اگر انجیل میں میرا ذکر ہوگا تو انجیل میں تیرا ذکر ہوگا
اگر آذان میں میرا ذکر ہوگا تو آذان میں تیرا ذکر ہوگا
اگر نماز میں میرا ذکر ہوگا تو نماز میں تیرا ذکر ہوگا
اگر بیت اللہ میں میرا ذکر ہوگا تو بیت اللہ میں تیرا ذکر ہوگا
اگر بیت المعمور میں میرا ذکر ہوگا تو بیت المعمور میں تیرا ذکر ہوگا
اگر تحت الثریٰ میں میرا ذکر ہوگا تو تحت الثریٰ میں تیرا ذکر ہوگا

اگر عرش معلّی پر میرا ذکر ہوگا   تو عرش معلّی پر تیرا ذکر بھی ضرور ہوگا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ۔ سے جب وہ غلطی صادر ہوگیا جس کی وجہ سے وہ جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں؟ عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمدؐ سے اونچی ہستی کوئی نہیں جن کا نام تم نے اپنے ساتھ رکھا ہے۔

وحی نازل ہوئی کہ

یَـاٰدَمُ اِنَّـهٗ اٰخِـرُ الـنَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ وَلَوْلَا هُوَمَاخَلَقْتُكَ ، (رواہ البیہقی والطبرانی) اے آدم (علیہ السلام) وہ خاتم النبیین ہیں تمھاری اولاد میں سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔

حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچ گئی تو غار حراء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور سورہ اقراء کی ابتدائی آیتیں آپ کو سنائیں۔ آپ علیہ السلام کو نبوت ملی اور حکم ہوا کہ " اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیں اور (بالخصوص) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا پیغام لے کر لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو توحید اور رسالت اور امور آخرت کی طرف بلایا تو آگے سے کفار قریش نے کہنا شروع کیا لَسْتَ مُرسلاً، یعنی آپ رسول نہیں ہیں۔

تو اللہ عزوجل نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا

یٰسٓ ٥ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ٥ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ قسم ہے حکمت والے قرآن کی کہ بیشک آپ (اللہ) کے رسول ہیں۔

اسی طرح سن چھ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ صلح نامہ لکھیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ نے لکھا

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هذ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "یہ وہ معاہدہ ہے جس
ماقاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے"

سہیل نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان جھگڑا کس بات کا تھا۔ آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا محمد رسول اللّٰہ وانا جس طرح میں محمد بن عبد اللہ ہوں تو اسی
محمد بن عبداللّٰہ اُكْتُبْ محمد طرح میں محمد رسول اللہ بھی ہوں۔ لکھو محمد بن
بن عبداللّٰہ ، عبداللہ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَنَا اَحمدُ" یعنی میرا نام احمد ہوں۔ لفظ احمد باب سمع سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا میں ہوں۔ تمام کائنات جمع ہو کر اللہ کی حمد و بڑائی بیان کرے مگر وہ اللہ کی حمد وثناء میں اس عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتی جو ہمارے آقا جناب احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد فرمائی دنیا میں۔ اور روز محشر رحمۃ للعالمین رب العٰلمین کے سامنے سجدہ ریز ہو کر وہ تعریف وتوصیف کریں گے جو اس سے پہلے کبھی نہ کی ہوگی۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کو جوش آئے گا، اور فرمائیں گے۔

اِرْفَعْ رَاْسَكَ ، سَلْ تُعْطٰی ، اے میرے محبوب سر اٹھا مانگ عطا کرتا ہوں۔ سفارش
اِشْفَعْ تُشَفَّعْ قُلْ تَسْمَعْ ، کر قبول کرتا ہوں، گفتگو کر سنتا ہوں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کتاب فطرت کے سرورق پہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
یہ نقش ہستی اُبھر نہ سکتا وجود لوح وقلم نہ ہوتا

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہوا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر من وعن ایمان لائیں اور آپؐ کی مکمل پیروی کریں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارتیں

قال الله عزجل ﴿ وَاِذْقَـال عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَائِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًالِّمَابَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًابِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُه فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَاسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾

(الصف،٦)

وعن العرباض بن ساريةؓ عن النبی صلی علیه وسلم انه قَالَ ''اِنِّىْ عِنْدَاللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِىْ طِيْنِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِىْ، دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وبِشَارَةُ عِيْسَىٰ وَرُئْيَا اُمِّىَ الَّتِىْ رَئَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِىْ،، (مشكوة المصابيح)

دنیا کی یہ اصول ہے کہ کسی بڑی شخصیت کے آنے کی اطلاع پہلے کردی جاتی ہے مثلاً ملک کا صدر کسی ضلع میں جانے کا پروگرام بنائے تو وہاں والوں کو کئی دن پہلے معلوم کرایا جاتا ہے کہ صدر صاحب۔ کے استقبال کیلیے تیاریاں کی جائیں۔ ہمارے اور آپ کا بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی شخصیت دنیا میں کوئی اور نہ پہلے آئی ہے اور نہ قیامت تک آئے گی۔ اتنے بڑے اُلوالعزم رسول، رحمۃ للعالمین سردار دو جہاں کے آنے کا اطلاع کیونکر پہلے نہ دی جاتی۔

چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی

یَا آدَمُ اِنَّهٗ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُوَمَاخَلَقْتُكَ (رواه البيهقی)

اے آدم وہ آخری نبی ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

ابوالبشر، تمام انسانوں کے جد امجد کو آگاہ کیا گیا کہ ایک ایسی عظیم ہستی آنے والے ہیں جن کیلئے دنیا کا یہ چمن سجایا جارہا ہے اور یہ گلشن مہکایا جارہا ہے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث میں بڑی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنِّىْ عِنْدَاللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَم میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین

النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنِهٖ، لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

یعنی میرا خاتم النبیین کی حیثیت سے اس دنیا میں مبعوث ہونا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وقت لکھا جا چکا تھا جبکہ انسانیت کا ابا ابھی تک آب وگل کے درمیان تھے۔ اوران کا پتلا ابھی بن کر تیار نہیں ہوا تھا۔

(پھر فرمایا) میں تمہیں اپنا پہلا معاملہ یعنی ابتدائی حالات بتاتا ہوں [دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ] میں ابراہیم علیہ السلام کا دعا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا نہ صرف عالم بالا میں ظاہر ہو چکا تھا بلکہ اس دنیا میں بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے میری نبوت اور رسالت کا ظہور ہو چکا تھا۔ اس کی دلیل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وہ دعا ہے جو انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورہ ؟) اے ہمارے رب تو بھیج دے ان میں ایک رسول انہی میں سے۔

(مزید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

وَبِشَارَةُ عِيْسٰى، یعنی میرے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے چھ سو سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آپ صلی اللہ عایہ وسلم کی نبوت ورسالت کی خوشخبری سنادی ۔ قرآن مجید میں سورۃ الصف میں اس کا تذکرہ موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ، (سورۃ الصف۔٦) (اے بنی اسرائیل) میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے۔

چنانچہ یوحنا کی انجیل مترجمہ عربی مطبوعہ لندن (سن طباعت ۱۸۳۱ء) کے چودہویں باب میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”تمہارے لیے میرا جانا بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط (یعنی احمدؐ) تمہارے پاس نہ آوے“

فارقلیط ترجمہ ہے لفظ احمد کا۔ کیونکہ اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی

ترجمہ کر دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی میں احمد فرمایا تھا، جب یونانی میں انجیل کا ترجمہ ہوا تو ''بیرکلوطوس'' لکھ دیا جس کے معنی بہت حمد کرنے والا، پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو لفظ بیرکلوس کا ترجمہ فارقلیط سے کر دیا۔ اور بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام احمد موجود ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص: ۴۲۲ بتغیر یسیر)

حدیث شریف کا اگلا جملہ ہے

وَرُئْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَئَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ، اور میری ماں کا خواب جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا بشارت انگیز خواب دیکھنا اور ان کے ساتھ حیرت ناک واقعات کا پیش آنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت کا نور اس دنیا میں آپؐ کے تشریف آوری سے پہلے پر فگن ہو چکا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اماں آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے بطن (مبارک) سے ایک نور نکلا اور اس کی روشنی پوری کائنات میں پھیل گئی۔ میں حیران ہوئی۔ پھر میں کاہن کے پاس چلی گئی۔ اور اس حیرت انگیز واقعہ کی تعبیر پوچھی تو اس کاہن نے کہا اِنَّ لِابْنِكِ هٰذٰشَانٌ (تمہارے اس بیٹے کا بڑا شان و مرتبہ ہوگا)

یعنی اس کا دین پورے روئے زمین پر پھیلے گا۔ (اماں جان فرماتی ہیں کہ) میں سوچتی رہی کہ وہ کونسا دین ہوگا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت اماں آمنہؓ کے ہاں ولادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے کہ (اے آمنہؓ کہو کہ)

اُعِیْذُہٗ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکُلِّ حَاسِدٍ، میں اس بچہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہر حسد کرنے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اماں آمنہ پہاڑ کے دامن سے گزر رہی تھی کہ اچانک آواز آئی۔

اَبْشِرِیْ یَا اٰمِنَةُ اِنَّكِ قَدْحَمَلْتِ بِاَحْمَدَ، اے آمنہ تمہیں خوشخبری ہو، بیشک تمہارے بطن میں جو بچہ ہے وہ احمدؐ ہے۔

بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حیران ہوئی کہ یہ کیسا بچہ ہے۔ اور یہ نام احمد میرے تصور میں بھی نہیں تھی۔

اس لیے کہ عرب میں اس وقت تک احمد نام رکھنے کا رواج بالکل نہیں تھا۔ اس لئے اماں جان نے آپ کا نام احمد رکھا۔ جناب عبدالمطلب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں فرماتے ہیں کہ میں ملک شام کو تجارت کے لئے گیا تین ساتھی اور بھی میرے ساتھ تھے۔ وہاں شام میں کچھ علماء اور راہب ہم سے ملے۔ اور ہمارے شام آنے کا غرض پوچھا۔ ہم نے کہا تجارت کے لئے آئے ہیں۔ وہ علماء کہنے لگے ,,اب تھوڑی سی مدّت باقی ہے کہ مکہ میں ایک بچہ پیدا ہوگا وہ نبی ہوگا اور اس کا نام محمد ہوگا،،

جناب عبدالمطلب کہتے ہیں کہ جب میرا پوتا ہوا تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔

(ماخوذ از بیانات شیخ مولانا محمد مکی صاحب زید مجدہ مدرس مسجد الحرام مکۃ المکرّمہ)

یہ ہیں ہمارے آقا جس کی اطلاع سیدنا آدم علیہ السلام کو دی گئی۔

یہ ہیں وہ سرتاج انبیاء جس کو ابراہیم خلیل اللہ نے بیت اللہ میں مانگا۔

یہ ہیں وہ رحمۃ للعالمین جس کی اشتہار تورات میں دی گئی۔

یہ ہیں وہ صاحب لولاک جس کی خوشخبری عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔

اللہ پاک ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح عقیدۃ اور محبت عطا فرمائے اور اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک

قال اللہ عزوجل ﴿ مَـاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيٍ عَلِيمًا ﴾ (سورة الاحزاب / ٤٠)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''انا محمد بن عبد اللہ وانا محمد رسول اللہ اُكتب محمد بن عبد اللہ ''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ذکر حقیقت میں عبادت ہے۔ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری طاعت اور قربت ہے اور سارے کمالات و برکات کا سرچشمہ ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ایک عظیم نعمت ہے۔

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دو مرتبہ ہوا۔ پہلا ظہور تو ۱۲ یا ۸ ربیع الاول کو علیٰ اختلاف الاقوال ہوا۔ دوسرا ظہور ولادت طیبہ سے چالیس برس کے بعد ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے دنیا میں ظاہر ہوئے۔

مقصد یہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس برس کے بعد حضورؐ کا کمال دنیا میں ظاہر ہوا۔ تو ایک جمال کی حیثیت سے ظہور ہے اور ایک کمال کی حیثیت سے ظہور ہے دونوں کا تذکرہ ہمارے لئے عبادت اور اطاعت ہے۔ حضورؐ کا جمال دنیا میں ظاہر ہونا یہ بھی عالم کے لئے عظیم ترین نعمت ہے اور آپؐ کا کمال دنیا میں ظاہر ہونا اس سے بھی بڑی نعمت ہے جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ظہور نعمت ہے اور اس کا تذکرہ عبادت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو ہمارے سامنے ظہور ہوا محمد بن عبداللہ کا اور چالیس برس کے بعد ظہور ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ۲۵ اپریل ۵۷۱ء کو آپؐ ابن عبداللہ کے حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے اور چالیس برس کے بعد ۹ ربیع الاول پیر کے دن بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو آپؐ رسول اللہ کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔

تو بہر حال ۱۲ ربیع الاول کو ایک ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے نمایاں کیا کہ اس سے زیادہ حسین وجمیل نہ پہلے عالم میں پیدا ہوئی تھی نہ بعد میں پیدا ہوگی۔ ایک کامل نقشہ انسانیت کا ایسا پیش کیا گیا کہ اس سے زیادہ حسین وجمیل نقشہ دوسرا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ اَرَیٰ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم، (وھو بعض الحدیث رواہ الترمذی)

حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے آپؐ جیسا (خوبصورت شخص) نہ تو آپؐ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقَهٗ اللُّؤْلُؤُ، (وھو بعض الحدیث رواہ البخاری)

رسول اللہؐ روشن وصاف رنگ والے تھے اور آپؐ کے پسینے کے قطرے (چمک وصفائی میں) موتی کے طرح ہوتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ وسفید دھاریوں والی لباس پہنے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے

فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِلَی الْقَمَرِ،

اور میں کبھی چہرہ مبارک کے طرف دیکھتا اور کبھی چودھویں کی چاند کو دیکھتا

(چنانچہ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ)

فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (رواہ الترمذی)

میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال چاند سے کہیں زیادہ تھا۔

یہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں اس لئے کہ علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی عادت مبالغہ کی نہیں تھی اور اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے

الصحابۃ کُلُّھُم عَدُوْلٌ صحابہ کرامؓ سب سچے، عادل اور پاک باز تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاهُ، (وھو بعض الحدیث رواہ الدارمی)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپؐ کے اگلے والے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

ان احادیث وآثار سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے کیسی زیبا صورت

دیکھی۔

لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ ہمارے لئے خوشی اور فخر کا موقع تو ضرور ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔ مگر اس میں ہمارے لیے عمل کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نبی و رسول کی حیثیت سے ظاہر ہوئے تو اس میں ہمارے لیے نمونہ عمل موجود ہے۔ خود قرآن مجید دلیل موجو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ بیشک تم لوگوں کے لیے رسول اللہ کی (سیرت
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْاللّٰهَ میں) بہترین نمونہ ہے۔ (خصوصاً) اس شخص
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَوَذَكَرَاللّٰهَ كَثِيْرًا، کیلیے جو اللہ اور آخرت پر ایمان
(الاحزاب/ ۲۱) رکھتا ہو۔ اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔

نبوت و رسالت ملنے کے بعد آپ کا ہر قول و فعل و تقریر لازم اتباع قرار دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمایا

وَمَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ (میرے) رسول (حضرت محمد ﷺ) تم
عَنْهُ فَانْتَهُوْهُ (سورۃ الحشر) کو جو کچھ (حکم) دے دیا کریں وہ لے لیا کرو
(یعنی اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے روک دے تو تم اس (برے عمل) سے رک جایا کرو۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ جب میں تمہیں منع کروں کسی بُرے عمل سے
وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ تو تم اُس سے باز آجاؤ۔ اور جب میں تمہیں
مَا اسْتَطَعْتُمْ، کسی کام کا حکم کروں تو اس کو بجالاؤ۔

پس واضح ہوا کہ محمد رسول اللہ کی حیثیت سے جب آپ ظاہر ہوئے تو اس میں ہمارے لیے نمونہ عمل ہے۔ مثلاً آپ کا ایمان ایسا تھا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں۔ آپ کا عقیدہ یہ تھا ہم بھی وہی عقیدہ رکھیں۔ جیسی آپؐ نے نماز پڑھی ویسی ہم بھی نماز پڑھیں۔ جیسے آپؐ نے روزے رکھے ہم بھی ویسے روزے رکھیں، جس طرح آپؐ نے حج کیا ہم بھی ویسا ہی حج کریں۔ جس طرح آپؐ کی گھریلو معاشرت تھی ہم بھی وہی معاشرت بنائیں۔ اس

میں عمل کا نمونہ موجود ہے۔

اسی لیے علماء کرام نے کہا ہے کہ ولادت کا خوشی منانا تو آسان ہے اس لیے کہ اس میں کرنا کرانا کچھ نہیں پڑتا، کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ خوش ہو گئے یا زیادہ سے زیادہ بریانی کی دیگیں اتاری کھا پی لیا اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مگر بعثت کے بعد والی زندگی کا تذکرہ اور اس نمونہ پر عمل پیرا ہونا کچھ قربانی اور مجاہدہ چاہتا ہے۔ دیکھیں ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے خوشی میں ہزاروں روپے کی لونڈی انگلی کے اشارے سے آزاد کی لیکن پیغمبرؐ کی نبوی سیرت کا جب آغاز ہوا تو پتھر مارے، دنیا بھر کے دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو مانتے ہیں مگر آقا کی سیرت کا انکار کرتے ہیں۔

یہودی آپؐ کی ولادت کو مانتے ہیں مگر سیرت کا انکار کرتے ہیں
عیسائی آپؐ کی ولادت کو مانتے ہیں مگر سیرت کا انکار کرتے ہیں
مجوسی آپؐ کی ظہور اول کو مانتے ہیں مگر ظہور ثانی کے منکر ہیں
سکھ آپؐ کی ظہور اول کو مانتے ہیں مگر ظہور ثانی کے منکر ہیں۔

حقیقت میں قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ پس محمد رسول اللہ کا مقصد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ کو نمونہ بنا کر اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن وجمال

قال اللّٰہ عزوجل ﴿یَاأَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا ارْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِہ سِرَاجًا مُنِیرًا ٥﴾ (سورة الاحزاب/ ٤٥-٤٦)

وعن كعب ابن مالك رضى الله عنه قال .كان رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا سَرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ، (رواه البخارى)

قال الشيخ سعدى رحمه الله

يا صاحب الجمال ويا سيِّد البشر مِنْ وَجْهِكَ المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توقصه مختصر

حدیث شریف میں موجود ہے

اِنَّ اللّٰهَ جميلٌ يُحِبُّ الْجِمَالَ، بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہیں خوبصورتی
(رواه مسلم) کو پسند فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب جمال کو پسند فرماتے ہیں تو اپنے محبوب جس کے لیے سارے کائنات کو حسین وجمیل بنا کر سجایا۔ مہکایا جگمگایا اس محبوب کو کتنا جمال عطا فرمائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "للہ تعالیٰ نے کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں کیا جو خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو اور سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز تمہارے پیغمبر ہیں"

حضرت امّاں عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ بیگمات مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا تو ہاتھ کاٹ ڈالے اگر میرے محبوب کو دیکھتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔

بہر حال ۱۲ ربیع الاول کو وہ حسین وجمیل ہستی پیدا ہوئے کہ دنیا میں اتنا بڑا حسین اور صاحب جمال پیدا نہیں ہوا۔ نہ آئندہ ہوگا۔

حضرت شیخ ابن مکی رحمہ اللہ نے شرح شمائل ترمذی میں لکھا ہے۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان میں سے ایک جزیہ اعتقاد رکھنا بھی ہے کہ جتنا حسن وجمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو عطا ہوا اتنا حسن وجمال کسی بھی انسان کی ظاہری شکل وصورت

کو نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ جتنا فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن میں رکھا گیا اتنا فضل وکمال کسی اور انسان کے باطن کو نصیب نہیں ہوا (نہ آئندہ کسی کو ہو سکتا ہے)‘‘

اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب کا تعریف اس نداز میں فرماتے ہیں

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِه وَسِرَاجًا مُّنِیْرًاo (احزاب ٤٥/ ٤٥_٤٦)

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مؤمنوں کو) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

فائدہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات بیان فرمائے ہیں شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر، ان مذکورہ پانچ صفات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات وکمال کا بھی تذکرہ ہے اور حسن وجمال کا بھی بیان ہے۔

اللہ نے اپنے محبوب کو سراج منیر (روشن چراغ) فرمایا، روشن چراغ رات کی تاریکی میں کتنا خوشنما دکھائی دیتا ہے یہ تو اُن پروانوں سے کوئی پوچھے جو اندھیری رات میں روشنی کی تلاش میں دربدر پھرتے ہیں۔ اُلو اور چمگاڈر کیا جانیں روشن چراغ کا قدر وقیمت جن کی نصیب میں روشنی سے نفرت اور اندھیروں میں سرگرداں پھرنا ہو۔

احادیث نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ

(۱) ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں چاندنی رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا۔ اس وقت آپؐ کے جسم مبارک پر سرخ وسفید دھاریوں والی لباس تھی۔

فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَر (رواہ الترمذی)

(میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ) میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال چاند سے کہیں زیادہ تھا۔

(۲) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم اِذَاسُرَّاِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَ (رواه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کھل جاتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَاتَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ (رواه الدارمی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دونوں دانت کشادہ تھے جب آپ ؐ گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ ؐ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

(٤) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

...كُنْتُ اِذَانَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ، (رواه الترمذی)

میں جب آپ ؐ کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ آپ سرمہ لگائے ہوئے نہ تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَزْهَرُالَّوْنِ كَانَ عَرَقَهٗ اللُّؤْلُؤُاِذَامَشٰى تَكَفَّأَ وَمَامَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَاحَرِيْرًااَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رُسُوْلِ صلى الله عليه وسلم وَلَاشَمِمْتُ مِسْكًاوَّلَاعَنْبَرًااَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم (رواه بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھکتے رنگ کے تھے (روشن وصاف رنگ والے) اور آپ ؐ کے پسینے کے قطرے (چمک وصفائی میں) موتی کی طرح ہوتے تھے جب آپ ؐ راستہ چلتے تو (وقار و انکساری) سے آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے۔ اور میں نے کسی دیباج وحریر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ میں نے کوئی ایسا مشک وعنبر نہیں سونگھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبو ہو۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلی اللّٰه عليه وسلم بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ ضَخْمُ الرَّأْسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلی اللّٰه عليه وسلم،

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو دراز قد تھے نہ کوتاہ قد ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھے سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ ہڈیاں بھی بڑی تھیں سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جب آپ ؐ چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے ۔ آپ جیسا کوئی شخص نہ تو میں نے آپ ؐ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ ؐ کے بعد۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حقیقت حال کو یوں تعبیر فرمایا

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ: وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

حضور ؐ آپ سے زیادہ حسین شخص کبھی میرے آنکھوں نے دیکھا نہیں اور آپ ؐ سے زیادہ جمیل (خوبصورت) بچہ کسی ماں نے جنا نہیں

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ: كَاَنَّمَا خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ؐ تمام عیوب سے مبرا پیدا کئے گئے گویا آپ نے جیسا پسند فرمایا ویسے ہی پیدا کئے گئے۔

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی سے محبت نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ وکمال

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَالضُّحٰی ٥ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ٥ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ٥ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (سورة الضحیٰ)

قال اللّٰہ عزوجل فی مقام اٰخر ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾

وعن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ”اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِی، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ“ (رواہ الترمذی)

ہمارے سردار آقا نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت نبوت کی دلیل اظہر من الشمس ہے۔ زمانہ نبوت سے پہلے ہی آپ علیہ السلام ہمہ قسم کے شر، کمینگی، جھوٹ وتکبر سے معصوم ومحفوظ تھے۔

علم وفضل کا کوئی خوبی، دل ودماغ کا کوئی کمال، سیرت وصورت کا کوئی حسن اور ظاہر وباطن کی کوئی نعمت نہیں جو نبی علیہ السلام کی ذات اقدس میں جمع نہ کر دی گئی ہو۔ کسی مدرسہ ومکتب یا کسی کالج ویونورسٹی میں ایک لمحہ بھی بسر کئے بغیر منجانب اللہ جناب اقدس کو وہ حکمت ودانائی علم وبصیرت اور فہم وفراست حاصل تھے کہ یونان کے فلاسفر بھی ان کے سامنے طفل مکتب بن کر رہ گئے۔

یتیم کہ نا کرد قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشست

اللہ تعالیٰ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کو یوں بیان فرمایا کہ

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی (اے میرے نبیؐ) آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات برابر زیادہ ہوتے چلے جائیں گے ہر پہلی حالت سے پچھلی حالت سے بہتر ہوتی چلی جائے گی اسمیں علوم معارف اور قرب الٰہی کے درجات میں ترقی بھی داخل ہے اور دنیا کی عزت اور شان بھی شامل ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے محبوب!

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی، آنے والے لمحات گزرے ہوئے لمحات سے بہتر ہیں۔

آپؐ کا شکم مادر میں آنا آپؐ کے عالم ارواح میں رہنے سے بہتر ہے۔

آپؐ کی ولادت والدہ کے پیٹ میں رہنے سے بہتر ہے۔

آپؐ کا بچپن آپ کی ولادت سے بہتر ہے۔

آپؐ کی جوانی آپ کے لڑکپن سے بہتر ہے۔

آپ پر وحی آنا قبل از وحی کے زمانہ سے بہتر ہے۔

آپ کا کھلم کھلا تبلیغ کرنا خاموش تبلیغ سے بہتر ہے۔

آپ کا معراج پر جانا زمین پر رہنے سے بہتر ہے۔

آپ کا میدان بدر میں اعلان جہاد کر کے آنا خاموش تبلیغ بہتر ہے۔

آپ کا فاتح مکہ بننا پہلے زمانے سے بہتر ہے۔

آپ کا رب سے وصال دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔

آپ کا شفاعت کُبریٰ افاقہ روز محشر سے بہتر ہے۔

آپ کا جنت میں اللہ کے قریب میں جانا آپ کی زندگی کے ہر لمحہ سے بہتر ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل و مرتبہ دن بدن بیش از بیش عروج و ارتقاء کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک یوم آخرت کو جبکہ اولین و آخرین سب اکھٹے ہوں گے تب بھی آدمؑ اور آدم کی ساری اولاد آپ صلی اللہ علیہ سلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجہ بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ (اے نبی) ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔

یعنی تمام اسلامی شعائر اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ، التحیات میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپؐ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور ساری دنیا کے میناروں اور ممبروں پر اشھدان لاالہ الااللّٰہ کے ساتھ اشھدان محمدًرسول اللّٰہ پکارا جاتا ہے ۔ اور دنیا کے تمام سمجھ دار انسان نہایت عزت اور وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ

وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ، (رواہ مسلم)

قیامت کے دن پیغمبروں میں سے جس کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی وہ میں ہوں گا۔ اور جنت کا دروازہ جو شخص سب سے پہلے کھٹکھائے گا وہ بھی میں ہی ہوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

آتِىْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ محمدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ، (رواہ مسلم)

قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا نگہبان پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تب نگہبان کہے گا مجھ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ

اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِى الْجَنَّةِ، جنت میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا میں ہوں گا۔

لایمکن الثناء کماکان حقه
بعداز خدا بزرگ توقصه مختصر

محمد رسول اللہ کا مقصد یہ یقین رکھنا کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی اس کمال کا شخص گزرا ہے نہ قیامت تک کوئی شخص پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسے کامل شخصیت کی ہی اتباع کرنی چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق حسنہ

قال اللّٰہ عزوجل فی حبیبہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (سورۃ القلم)

وعن الِامام مالك رحمہ اللّٰہ مرسلًااَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ، (مؤطاامام مالک باب حسن الخلق)

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ جو دلوں کو فتح کرے وہی ہے فاتح زمانہ

غیر مسلم اقوام خصوصاً یورپی مؤرخین عرصہ دراز سے بڑے زور شور سے یہ منظم پروپیکنڈہ کرتے آرہے ہیں کہ اسلام تلوار کی زور سے پھیلا ہے، اور اسلام دہشت گردی کا تعلیم دیتا ہے مسلمان دہشت گرد ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ اگر آنکھوں سے تعصب کا عینک اتار کر اعتدال کے ساتھ سیرت نبوی ؐ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دہشت گردی سکھانے نہیں بلکہ دہشت گردی مٹانے کے لئے آئے تھے۔ آپ ؐ نے تلوار کے زور سے گردنوں میں طوق غلامی نہیں ڈالی بلکہ سخن شیریں اور اخلاق حسنہ سے قوموں کو زیر فرمایا۔ اللہ کے پیارے نبی ؐ نے ایسے اخلاق و عادات و آداب سکھائے جو دنیا کے کسی بھی دوسرے معاشرہ و مذہب میں موجود نہیں۔

اللہ کے نبی ؐ نے نہ صرف اخلاق سکھلائے بلکہ خود بلند اخلاق پر عمل کر کے دکھایا۔ اس لیے کہ آپ ؐ تو نمونہ بن کر تشریف لائے تھے۔

خود ارشاد فرماتے ہیں

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ، مجھے مبعوث کیا گیا ہے تا کہ میں اچھے
(رواہ مالک فی موطا) اخلاق تکمیل کی کروں۔

حضرت زید بن سُعنہ رضی اللہ عنہ یہود کے بڑے عالم تھے۔ فرماتے ہیں کہ تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے علامت میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ بردبار ہوتے ہیں جلدی غصہ میں نہیں آتے اور اس کے ساتھ جتنا نادانی کا معاملہ کیا جائے اس کے بردباری اتنی بڑھتی جائے گی۔ چنانچہ آزمانے کے لیے میں نے حضور ؐ کو قرضہ دیا اور ادائیگی کی تاریخ مقرر کی۔ اور میعاد مقرر سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ جب حضور ؐ باہر تشریف

لائے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کا گریبان پکڑ لیا اور غصہ والے چہرے سے دیکھتے ہوئے کہا او محمد! آپ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے؟ صحابہ کرام کو خوب غصہ آیا، حضرت عمرؓ تو کہنے لگے "اگر حضورؐ کی مجلس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضورؐ مجھے بڑے سکون اور اطمینان سے دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے عمر! مجھے تم اچھی طرح ادا کرنے کو کہتے اور اسے ذرا سلیقہ سے مطالبہ کرنے کہتے۔ اے عمر! انہیں لے جاؤ اور جتنا حق بنتا ہے وہ بھی دو اور جو تم نے دھمکایا ہے اس کے بدلے میں ان کو بیس صاع کھجور اور بھی دو۔

(حضرت زید بن سُعنہ کو کھجور لینے نہ تھے بلکہ ایمان لانا مقصود تھا) تھوڑی دیر کے بعد خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا اَشْھَدُ ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہ (تلخیصاً حیاۃ الصحابہ ج۱)

معاندین و متعصبین اور افترا پرداز لوگ فتح مکہ کو نہ معلوم کیا رنگ دیں گے۔ کہ حضور لشکر لے کر چلے، تلوار کے زور سے مکہ میں داخل ہو گئے۔ مکہ پر ۸ھ کو چڑھائی کی۔ دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ قریش کو زیر کیا۔ مگر وہ اس بات کو کیوں بیان نہیں کرتے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت اور خوشی کے اس موقعہ پر فخر و غرور کی روش نہیں اپنائی بلکہ انکساری اور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اونٹنی پر سوار تھے دل شکر کے جذبات سے معمور تھا اور زبان پر سورہ فتح کی تلاوت جاری تھی اور سر مبارک تواضع کی وجہ سے جھک کر پالان کی لکڑی سے لگ جاتا تھا۔

جب حرم شریف میں داخل ہو گئے خانہ کعبہ کا طواف فرما کر بیت اللہ شریف کو کھلوایا اور اس کی اندر بنی ہوئی تصویریں مٹانے کا حکم دیا۔ اور پھر حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ کو ساتھ لیکر کعبہ شریف کے اندر گئے۔ اور تکبیر کی مقدس صداؤں سے اس کی فضاؤں کو منور کر دیا۔ باہر نکلے مسجد حرام کھچا کھچ بھری ہوئی ہے تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ اور لوگوں کو انتظار تھا کہ آج آپؐ اپنے ان مخالفین کے لیے کیا حکم صادر فراتے ہیں۔

جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام قوتیں آپؐ کو تکلیف دینے کیلئے وقف کر رکھی تھیں۔

جنہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں دین اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کیلئے وقف کر رکھی تھیں۔

جنہوں نے آپ ؐ کے مظلوم ساتھیوں کو تپتی ریت پر لٹایا تھا۔ جلتی انگاروں پر گھسیٹا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور قریش مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا

یَامَعشرُ قریش !ماترَوْنَ اِنی فاعلٌ بِکُمْ؟ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟۔

قریش نے کہا۔ بھلائی (کا گمان کرتے ہیں) آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ،اِذْھَبُوْااَنتُمْ الطُّلقاءِ، تم پر آج کوئی عتاب نہیں ،جاؤ تم سب آزاد ہو۔

معاندین اور متعصب یورپی مؤرخین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تاریخی کارنامہ اور اس اخلاق کریمانہ سے کیوں آنکھیں بند کرتے ہیں کہ حضور ؐ نے قریش سے نفرتوں کے انتقام لینے کے بجائے سب کیلئے آزادی کا پروانہ جاری کیا۔ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک برتاؤ تھا غیر مسلموں کے ساتھ ،اور حسن سلوک تھا جانی دشمنوں کے ساتھ ۔تو اپنوں کے ساتھ کیسا اچھا برتاؤ ہوگا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کَانَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ سلم اشَدُّالنَّاسِ لُطفًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مہربان تے۔

(مزید فرماتے ہیں) اللہ کی قسم !سخت سردی کی صبح کو جو غلام یا باندھی یا بچہ آپ ؐ کی خدمت میں پانی لاتا (تا کہ آپ ؐ اسے استعمال کریں اور پھر وہ اسے برکت کیلئے واپس لے جائے) تو آپ انکار نہ فرماتے (بلکہ سخت سردی کے باوجود) آپ ؐ اس پانی سے چہرہ اور ہاتھ دھو لیتے ۔اور جب بھی کوئی آدمی آپ ؐ سے کوئی بات پوچھتا [اَصْغیٰ اِلَیْہِ اُذُنَہٗ] تو آپ اپنا کان اس کے قریب کر دیتے۔ اور آپ ؐ اس کی طرف متوجہ رہتے اور وہی آپ ؐ کو چھوڑ کر جاتا تو جاتا (آپ نہ جاتے)۔ اور جب آپ ؐ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ ؐ اسے پکڑنے دیتے اور وہی آپ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا آپ نہ چھوڑتے۔ (ابونعیم فی الدلائل)

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

مَایُرِیٰ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْہِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیْسٍ لَہٗ، (رواہ الترمذی)

(ایسا کبھی نہیں ہوا) کہ حضورؐ نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں۔

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ

مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِنَفْسِہٖ فِیْ شَیْءٍ، (رواہ ابوداؤد)

آپؐ نے کبھی اپنے نفس کے بارے میں کسی سے انتقام (بدلہ) نہیں لیا۔

حضرت ابوعبداللہ جدالی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا

لَایَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ، (رواہ الترمذی)

حضورؐ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرمادیتے اور درگزر فرماتے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ کے اوصاف (اخلاق) بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

کَانَ یُقْبِلُ جَمِیْعًا و یُدْبِرُ جَمِیْعًا، (وھو جزء الحدیث الطویل)

حضورؐ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب توجہ ہٹاتے تو اُدھر سے سارا جسم ہٹا لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی،

وَاللّٰہِ مَاقَالَ لِیْ اُفًّا قَطُّ، وَلَاقَال لِی لِشَیْءٍ لِمَ فَعَلْتَ کَذَا، (رواہ مسلم)

اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپؐ نے نہ کبھی مجھے اف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کیلئے یہ فرمایا یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟

ایک روایت میں ہے کہ

لَمْ یَضْرِبْنِیْ قَطُّ وَلَمْ یَعْبِسْ فِی وَجْھِیْ، (کذا فی الکنز)

اس عرصہ میں آپؐ نے نہ تو کبھی مجھے مارا نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آٹھ سال کے تھے کہ والدہ محترمہ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے حوالہ فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ

مَاكَانَ اَحَدٌ اَحْسَنُ خُلُقًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه.وسلم	کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہیں تھا۔

جو جملہ جو گھر والی کہہ رہی ہیں بعینہ یہی جملہ خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللهعليه وسلم مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا،	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ با اخلاق تھے۔

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہے کہ ہم مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے اخلاق اپنا کر دنیا والوں کیلیے نمونہ بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی محبت عین ایمان ہے

قال اللہ تعالیٰ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ ۵﴾ (الاحزاب :٤)

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(رواہ البخاری)

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْہُمْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا
محمدؐ کی جس دل میں اُلفت نہ ہوگی سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہوگی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا محمدؐ سے جس کو عقیدۃ نہ ہوگی

جس طرح جناب سید المرسلین، رحمۃ للعلمین کی ذات اقدس کو نبی و رسول تسلیم کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے بالکل اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا بھی ایمان ہے۔ لہٰذا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی ایمان کا سطح اونچا ہوگا اور اتنا ہی ایمان کی لذت وحلاوت محسوس ہوگی۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِہِنَّ حَلَاوَتَ الْاِیْمَانِ۔ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاہُمَا، وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَایُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ، وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

تین چیزیں جس شخص میں ہوں گے وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ (پہلی چیز یہ ہے کہ) انسان کو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ان کے ماسوا سے زیادہ ہوجائے (دوسری چیز یہ ہے کہ) آدمی اگر کسی سے محبت کرے تو محض اللہ کیلئے محبت کرے اور (تیسری بات یہ ہے کہ) کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند سمجھے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے کو ناگوار سمجھتا ہے۔

(رواہ البخاری)

یعنی مومن شخص کو محبت رسولؐ میں جتنا کمال حاصل ہوگا اتنا ایمان بھی کمال کو پہنچے گا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ!
لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مجھے آپ سے ہر چیز کے مقابلے میں زیادہ
اَلَّانَفْسِیْ، محبت ہے، بجز اپنی جان کے تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک بات نہیں بنے گی (یعنی ایمان کامل نہ ہوگا) جب تک میں تمہارے لیے تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! اب آپ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْآنَ یَا عُمَر اب اے عمر! بات بن گئی۔ (یعنی اب تم کمال ایمان کو پہنچ گئے)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اس محبت کا نام ''حُبِّ ایمانی'' رکھا ہے۔

علماء کرام نے محبت کی کئی قسمیں بیان کی ہیں مگر پہلے آپ محبت کا معنیٰ سمجھ لیں۔

امام راغب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ

اَلْمَحَبَّۃُ اِرَادَۃُ مَا تَرَاہُ اَوْتَظُنُّہٗ محبت یہ ہے کہ جس چیز کو آپ خیر سمجھتے ہیں یا خیر
خَیْرًا'' (المفردات فی غریب القران) گمان کرتے ہیں اس کا آپ ارادہ کریں۔

مقصد یہ ہے کے محبت ایک طبعی کشش کا نام ہے جو اپنے محبوب کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ خواہ اس کیلئے کتنی ہی مصیبت برداشت کرنا پڑے۔

اب محبت کی قسمیں سنیں۔

﴿۱﴾ محبت کی ایک قسم طبعی ہے۔ جیسے اولاد، ماں باپ، اور اپنی ذات کی محبت یہ محبت غیر اختیاری ہوتی ہے۔

﴿۲﴾ دوسری قسم محبت کی ''محبت احسانی'' ہے۔ جب کوئی شخص ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے تو ہمیں اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ انسان تو احسان کا غلام ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ محبت فعل اختیاری کی وجہ سے ہے تو یہ محبت اختیاری ہے۔

﴿۳﴾ اور ایک محبت ''محبت کمالی'' ہے یعنی کسی کے کمال کی وجہ سے اس سے محبت ہو۔ چنانچہ کئی ایسے اہل کمال گزرے ہیں کہ ہم نے ان کے علوم اور ان کے مہارت کا ذکر بڑوں

سے سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر ان سے ہمیں محبت ہوتی ہے اور دل کے اندر ان کیلیے میلان پیدا ہوتا ہے۔ ہم ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کو سننے کیلیے راضی نہیں ہوتے۔ تو یہ محبت بھی اختیاری ہے اسلیے کہ ہم نے ان کے کمالات کو سنا، پڑھا، یہ سارا عمل اختیاری ہے۔

اتنا سمجھنے کے بعد اب آپ حدیث مبارکہ پر غور کریں ارشاد فرماتے ہیں

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے محبوب نہ بن جاؤں اس کے والدین سے اولاد سے اور تمام انسانوں سے زیادہ۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ کے رسول سے اتنی محبت پیدا کرو کہ وہ محبت طبعی پر غالب آجائے محبت جمالی وکمالی پر غالب آجائے، محبت احسانی پر غالب آجائے۔

یعنی اگر آپ کسی انسان کی احسان کو دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے ہیں تو اللہ کے رسول تو سارے انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ جب تک دنیا میں رہے زندگی بھر امت کیلیے روتے رہے اور قیامت میں بھی سب سے بڑھ کر سفارش فرمائیں گے۔ کیا یہ ان کا احسان عظیم نہیں کہ آج ہزاروں گناہوں کے باوجود بھی ہمارا وجود باقی ہے۔

اگر آپ کسی کے جمال کے وجہ سے اس کو دل دینا چاہتے ہیں تو اللہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی جمال والا نہ آیا ہے نہ آئے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لَمْ اَرَیٰ قَبْلَهٗ وَلَابَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم،

میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حسین وجمیل شخص نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ فرماتے ہیں

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِالنِّسَاءُ

میرے محبوب تیرے جیسا خوبصورت کبھی میرے آنکھوں نے دیکھی نہیں، اور آپ جیسا حسین وجمیل بچہ آج تک کوئی ماں نہ جن سکی۔

اگر آپ کسی کے فضل و کمال کی وجہ سے اس کی دلدادہ بن جاتے ہیں تو سنیں حضورؐ سے بڑھ کر مخلوقات میں کوئی کمال و مرتبہ والا نہیں ہے۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قیامت کے دن میں تمام واولاد آدم کا سردار بنوں گا۔

اگر آپ ایک قوم کے سردار سے اور چند ہزار یا لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے لیڈر سے کمال سمجھ کر محبت کر سکتے ہیں تو عرب و عجم اولین آخرین کے سردار اور لیڈر اعظم سے کتنی محبت کرنی چاہیئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے بچشم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جمال مبارک کا زیارت کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے اخلاق حسنہ اور فضل و کمال کا قریب رہ کر مشاہدہ فرمایا اسلئے صحابہ کرام کے دلوں میں حضورؐ کی محبت تمام محبتوں سے زیادہ موج زن تھی جسے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "حُبِّ ایمانی" فرمایا ہے۔

دیکھیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوہ بدر موجود ہیں اور بیٹا عبدالرحمٰن لشکر کفار کی طرف جنگ میں شریک ہیں۔ جب عبدالرحمٰنؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو عرض کیا ابا جان معرکہ بدر میں کئی مرتبہ آپ میرے تلوار کے زد میں آئے مگر میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا بیٹا اگر تم میرے سامنے آتے تو میں بیٹا سمجھ کر نہ چھوڑتا بلکہ کافر سمجھتے ہوئے سر تن سے جدا کر دیتا۔ دیکھیں اولاد سے طبعی محبت ہوتا ہے مگر صدیق اکبرؓ نے واضح فرمایا کہ میں اس طبعی محبت کا پرواہ ہی نہیں کرتا محبت ایمانی کے مقابلہ میں۔

اسی طرح عبداللہ بن ابی ابن سلول جو رئیس المنافقین تھا۔ ایک مرتبہ پیغمبر علیہ السلام کے شان میں کوئی گستاخانہ جملہ کہہ دیا۔ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور قرآن کریم کے ذریعہ اس بات کی تصدیق ہوئی۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ○ (المنافقون/۸)	(منافقین) کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ لوٹ جائیں گے تو (ہم) عزت والے (نعوذ باللہ) ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

تو بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ جو مخلص اور صادق الایمان صحابی ہیں حضورؐ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی (یعنی میرے باپ) کو قتل کروانا چاہتے ہیں اگر آپ کا ایسا ارادہ ہے تو مجھے حکم دیجئے میں اس کا سر لا کر حاضر کرتا ہوں۔ جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ باپ سے محبت تو طبعی ہوتا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔

اسی طرح ایک صحابیہ کا واقعہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کتاب ''شفاء'' میں لکھا ہے۔ کہ ایک انصاری خاتون کے شوہر، والد، اور بھائی غزوہ احد کے دن شہید ہو گئے۔ جب ان کو ان سب کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ بتایا گیا بحمد للہ حضورؐ تو خیریت سے ہیں۔ کہنے لگے مجھے آپؐ کی زیارت کرا دو، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی تو بے ساختہ کہا ''کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ'' حضور اگر آپ صحیح سلامت ہیں پھر تو ہر مصیبت چھوٹی ہے۔ اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں تمام صحابہ کرام حضورؐ سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے۔ یہ محبت وہی محبت ایمانی تھی جس کے ساتھ حب احسانی، حب کمالی، اور حب جمالی شامل ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ محبت ایسی محبت بن گئی تھی کہ حُبِّ طبعی اس کے سامنے ہیچ تھی۔

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت دل میں پیدا کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌرَّحِیْمٌ﴾ (آلعمران/۳۱)

قَالَ قال رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ''لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَاجِئْتُ بِه''

علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمانیات میں شامل ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں باقاعدہ باب باندھا ہے ''حب الرسول من الایمان '' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ایمان ہے۔

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت نہ صرف ایمان ہے بلکہ ذریعہ نجات بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کرنے لگا، یارسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [مَا اَعْدَدْتَ لَهَا] قیامت کیلئے کیا تیاری کررکھی ہے۔ اس نے جواب دیا (حضور) زیادہ (نفلی) نماز، روزہ، صدقہ وخیرات کرکے تیاری تونہیں کی ہے البتہ اللہ اوراس کے رسول سے محبت رکھتاہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کرارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ تم اسی کے ساتھ ملو گے جس سے محبت رکھتے ہو (رواہ الترمذی)

اسی کوشاعر نے یوں بیان کیا ہے

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ   لَعَلَّ اللّٰه یَرْزُقُنِی صلاحًا

لیکن یہ بات بھی خوب سمجھنے کی ہے کہ جومحبت اللہ اور رسول سے ملائے وہ زبانی محبت کا دعویٰ نہیں کہ صرف زبان سے آدمی دعویٰ کرتا ہے اور دل محبت کی چاشنی سے خالی ہو۔ آخرت میں کام آنے والی محبت وہ دل کی محبت ہے۔ اور دل سینے میں پوشیدہ ہوتا ہے اب کون جانے کہ محبت ہے یا نہیں۔ یہ تو آثار وعلامات واضح کرتے ہیں۔ اسی لیے علماء کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی مختلف علامات لکھی ہیں۔

(۱) علامات محبت میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

اختیار کرے، اور آپ کے اقوال و افعال کی پیروی کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ
اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ،
(رواہ الترمذی)

(اے میرے بیٹے!) جس شخص نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اب واضح ہوگیا کہ حضور کی محبت اس کی سنت سے محبت اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ظاہر ہوتی ہے۔ ظاہری حالت میں اتباع سنت کا جتنا اہتمام زیادہ ہو تو سمجھ لو کہ اندرونِ دل محبت اتنی ہی زیادہ موجزن ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''الشفاء'' میں حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ

عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ الْقُرْاٰنِ
وعَلَامَةُ حُبِّ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه
وسلم حُبُّ السُّنَّةِ۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی قرآن کے ساتھ محبت کرنا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نشانی سنت نبوی سے محبت کرنا ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ کے مقولہ کو اردو زبان میں یوں ترتیب دیا گیا ہے

جو کوئی رکھتا ہے دل میں الفت خیر الوریٰ   صادق و کامل وہی امت خیر الوریٰ
جس طرح توحید ہے حب الٰہی کا نشان   حب نبوی کا نشان ہے سنت خیر الوریٰ،

صحابہ کرام میں اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ کیلئے بیٹھے تو لوگوں سے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' (بطور معجزہ) حضور کی یہ آواز عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے کان مین بھی پہنچ گئی۔ اس وقت وہ (جنگل میں) بکریاں چرا رہے تھے۔ آپ کی آواز کا سننا تھا کہ وہ فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ (الخصائص)

اس طرح کی سینکڑوں مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

(۲) محبت رسول کی دوسری علامت یہ ہے جن چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یا جن کو ناپسند فرمایا ہے ان سے پرہیز کرے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًالِمَاجِئْتُ بِه ، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کمال ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک اپنی خواہشات کو اس چیز کا تابع نہ بنائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

تو محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبوب جس چیز کو پسند نہیں کرتا تو عاشق بھی نفرت کرے۔ پرہیز کرے۔

اب صحابہ کرامؓ میں اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔ صحابہ کرامؓ کی مثالیں اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ ان کو حضورؐ سے کامل محبت تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کُسم کے رنگ میں ہلکی رنگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔

حضرت سہیل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "خُریم اُسدی اچھا آدمی ہے۔ اگر اُس میں دو باتیں نہ ہوں۔ ایک سر کے بال بہت بڑے رہتے ہیں دوسری لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے" ان کو حضور کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔ (دونوں احادیث کو روایت کیا ابوداؤد نے)

معلوم ہوا کہ محبت کی علامت اتباع سنت اور ناپسندیدہ امور سے پرہیز کا نام ہے۔ اسی فلسفہ کو سمجھنے والوں نے یوں تعبیر کیا ہے۔

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهٗ هٰذَالعُمْرِیْ فِی الزَّمَانِ بَدِیْعٌ

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و طریقہ کی مخالفت کر کے اس سے محبت کا دعوی کرتے ہو۔ میری جان کی قسم یہ تو زمانے میں عجیب ہے۔

لَوْکَانَ حُبُّكَ صَادِقًالَاطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو ضرور اس کی پیروی کرتے۔ اس لئے کہ محبت کرنے والا جس

سے محبت کرتا ہے اس کا فرماں بردار ہوتا ہے۔

(۳) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری علامت یہ ہے کہ جن چیزوں کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہو تو ان سے بھی محبت رکھنا، مثلاً قرآن سے محبت، احادیث مبارکہ سے محبت، مسجد نبوی سے محبت، شہر نبی مدینہ منورہ سے محبت، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین سے محبت اور عقیدۃ رکھنا، اسی طرح علماء حق سے محبت اسلیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء، تو حضور کے وارثوں سے محبت بھی علامت حب نبیؐ ہے۔

اسلئے کہ قاعدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے، درو دیوار سے، صحن سے، باغ سے بھی محبت ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے

؎ اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارِ وَذَاالْجِدَارِ
میں لیلیٰ کے شہر پر گزرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں۔

وَمَاحُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارِ
کچھ شہر کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا لیکن ان لوگوں کی محبت کارفرما ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔

(۴) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کا ذکر مبارک کثرت سے نوکِ زبان پر ہو۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کا ورد ہو۔ اس لئے کہ تعلق وعشق کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب کا تذکرہ ہو۔ ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے میں لطف آتا ہے۔ بے فائدہ اس کو رٹا جاتا ہے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّ کا کیا کہنا جو دین اور دنیا دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے

؎ خِیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ وَمَثْوَکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ
تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔
تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

(۵) اور محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی کیلئے اپنا مال خرچ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے حضور کی محبت میں جان تک قربان کی حضورؐ پر مال خرچ کرنے کا مثال سنیں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اماں فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارا مکان قریب ہی ہو جاتا۔ حضرت فاطمہؓ عرض کیا کہ حضرت حارثہؓ کا مکان آپؐ کے قریب ہے ان سے فرما دیں کہ میرے گھر سے بدل لیں۔ حضرت حارثہؓ کو جب اطلاع ہوئی فوراً حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات موجود ہیں ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں جونسا پسند ہو بدل لیں۔ یا رسول اللہ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم جو مال آپ لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس مال سے جو میرے پاس رہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہو، اور برکت کی دعا دی اور مکان بدل دیا۔ (طبقات)

آج اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں مگر آپ کا مبارک دین موجود ہے دین کی خدمت اور اشاعت کیلئے مال خرچ کر کے محبین میں شامل ہوں۔

دینی ادارے ہیں۔ دین کی خدمت میں مصروف علماء کرام ہیں جو وارثین رسول عربیؐ ہیں ان پر مال خرچ کر کے حبّ رسول کا ثبوت دیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک مشہور عالم بزرگ محدث گزرے ہیں فرماتے تھے کہ میں اس لیے تجارت کرتا ہوں تا کہ فلاں فلاں علماء کی خدمت کر سکوں اور ان کو کمانے سے فارغ کر دوں۔

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہوا کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر عمل کر کے محبت کا عملی طور پر ثبوت دیں۔

انقلابی رسول

قال اللہ تعالیٰ ﴿هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه وَلَوْكَرِهَ الكَافِرُوْنَ ﴾ (الصف/٩)

وَقَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم اَنَا الْمَاحِىْ اَلَّذِىْ يَمْحُ اللّٰهُ بِىَ الْكُفْرَ،

عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف لانے سے دنیا میں انقلاب آیا۔ شرک وکفر کے راستہ بند ہونے لگے، جہالت کے وادی میں علم وحکمت کا نور پھوٹنے لگا۔ ضلالت وگمراہی کے تاریک راتوں میں ہدایت کا روشنی دھمکنے لگا۔ آتش پرستوں کا ہزاروں سال سے جلنے والا آگ دفعۃً بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل کے بارہ کنگری اسی رات زمین بوس ہوگئے جس رات ہدایت کا مینار دنیا میں بلند ہوا۔ عرب کے مشرکوں کی بے جان بت بول پڑے کہ اب ہمارا زمانہ ختم ہوگیا۔ آسمانی دنیا میں بھی اسی رات سے شہاب ثاقب کا پہرہ بٹھایا گیا جس رات کی صبح کو علم وعرفان کا سورج طلوع ہوا۔

اہل علم کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائش کے اسی رات. ایک کاہن جو پہاڑوں میں رہتا تھا اور سالہا سال غاروں سے نہیں نکلا تھا، صبح دیکھا گیا کہ مکہ کی گلیوں میں بھاگ رہا ہے اور پوچھ رہا ہے

هَلْ وُلِدَ مَوْلُوْدٌ هٰذِهِ الَّيْلَةِ؟ آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

ایک شخص نے کہا ہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کاہن کہنے لگا [دُلِنِىْ عَلىٰ بَيْتِه] اس کے گھر کا پتہ بتلاؤ۔ رہبر نے جب اسے جناب عبدالمطلب کے گھر پہنچایا۔ تو عبدالمطلب حیران ہوا کہ یہ کاہن مکہ شہر میں۔ پوچھا کہ تم تو سالوں سے غاروں میں رہتے ہو یہاں کیسے آنا ہوا۔ کاہن کہنے لگا عبدالمطلب زیادہ باتوں کا وقت نہیں۔ مجھے وہ بچہ دکھلاؤ جو آج رات پیدا ہوا ہے۔ جناب عبدالمطلب اندر گئے اور نومولود بچہ ہاتھ میں لے کر باہر آئے، چنانچہ کاہن کا نظر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر پڑا تو [فَخَرَّ مغْشِيًا] وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا۔

وُلِدَ نَبِىُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَانْقَلَبَتِ النَّبُوَّة اس امت کا نبی پیدا ہوا اور نبوت کا سلسلہ بنی

مِنْ وَلَدِبَنِیْ اِسْرَائِیْل ، اسرائیل سے ہمیشہ کیلئے منتقل ہو گیا۔
یہ کہہ کر وہ پھر پہاڑوں کی طرف چلا گیا۔

حضرت ابن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میرے عمر سات (۷) سال تھی ۔اور میں یثرب (مدینہ منورہ) میں تھا۔ وہاں کا جو سب سے بڑا کاہن تھا۔ ایک دن میں نے کیا دیکھا کہ وہ صبح صبح یہود کے قلعہ پر چڑھ پکار پکار کر اعلان کر رہا تھا۔

یَااَیُّھَاالنَّاسُ قَدْطَلَعَ نَجْمُ اَحْمَدَ اے لوگو احمدؐ کا ستارہ اپنے برج پر آ گیا ہے۔
لوگوں نے حقیقت حال پوچھا تو کہنے لگا کہ اس امت کی نبی کا ظہور ہو چکا۔

(ماخوذ از بیانات شیخ محمد مکی صاحب زید مجدہ مدرس مسجد الحرام)

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کے موقع پر دنیا میں مختلف تبدیلیاں رُونما ہوئی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے موقع پر بھی بہت سارے انقلاب برپا ہوئے۔

بیہقی ابن ابی الدنیا اور ابن السکن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے رات کو کسریٰ کے محل میں لرزہ آ گیا اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور کسریٰ خوف زدہ ہو گیا۔ اور فارس کی جو آگ ہزار برس سے نہیں بجھی تھی وہ بجھ گئی۔ اور ساوت جھیل خشک ہو گئی۔ ایک تبدیلی یہ ہوئی کہ جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا۔

چنانچہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ آپؐ کے بعثت سے پہلے جنات بادلوں تک جاتے اور فرشتوں کی ان باتوں کو سنتے جو انہیں اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوتی تھیں ۔پھر ایک سچی بات سن کر اس میں سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتا دیا کرتے ۔مگر ایک مرتبہ جب اوپر جانے کی کوشش کی تو وہاں سے شہاب ثاقب کا انگارہ پھینک کر انہیں دفع کر دیا گیا۔
قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یوں تذکرہ فرمایا ہے

وَاَنَّالَمَسْنَاالسَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَامُلِئَتْ اور یہ کہ ہم (جنات) نے ٹٹول دیکھا آسمان
حَرَسًاشَدِیْدًاوَّشُھُبًا ہ کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں
چوکیدار سخت اور انگارے۔

یہی وہ نیا حادثہ تھا جس کی شیاطین وجنات کو فکر ہوئی اور تحقیق حال کیلئے دنیا کی

مشرق و مغرب۔ شمال و جنوب میں وفود بھیجے۔ ان کا ایک گروہ حجاز مقدس کی طرف پہنچا اور اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ مقام نخلہ میں تشریف فرما تھے اور آپؐ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ جنات یہاں پہنچے، قرآن سن کر کہنے لگے کہ بس وہ نئی بات یہی (یعنی نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن) ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم والترمذی عن ابن عباسؓ)

جنات کی یہ وفد حقیقت حال سے واقف ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور واپس لوٹ کر اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے۔

اور قوم کے پاس آ کر یوں دعوت دینے لگے۔

یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْدَاعِیَ اللّٰهِ وَآمِنُوْبِهٖ	اے بھائیو تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور
یَغْفِرْ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِنْ	اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف
عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝	کر دیگا اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

کمال تو یہ ہے کہ جنات نہ صرف ایمان لائے بلکہ اپنی قوم کو دعوت دے کر اسلام میں لے آئے اور انسانوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری دیتے رہے۔

حضرت خُرَیم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو نہ بتاؤں کہ میرے اسلام لانے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور بتاؤ۔ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ اپنے جانور تلاش کر رہا تھا اور ان کے نشانات پر چل رہا تھا کہ اسی میں اُبْرَقِ العزّاف مقام پر مجھے رات آ گئی تو میں نے اونچی آواز سے پکار کر کہا میں اس وادی کے (جن) بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے، تو غیب سے کسی نے بلند آواز سے کہا۔ تیرا بھلا ہو اللہ کی پناہ مانگ جو جلال، بزرگی، نعمت اور فضل والا ہے۔ اور سورت انفال کی آیتیں پڑھ اور اللہ کو ایک مان اور کسی کی پرواہ نہ کر یہ سن کر میں بہت زیادہ ڈر گیا، جب میری جان میں جان آئی تو میں نے کہا۔ اے غیبی آواز دینے والے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تو صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہے یا گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تجھے ہدایت دے ہمیں صاف صاف بتا کہ کیا صورت ہے؟ اس نے جواب میں کہا

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ذُوالْخَیْرَاتِ بِیَثْرِبَ یَدْعُو اِلٰی النَّجَاۃِ
یَاْمُرُ بِالصَّوْمِ وَ الصَّلٰوۃ وَیَزْجُرُالنَّاسَ عَنِ الْھَنَاتِ

(ترجمہ) تمام خیروں کو لے آنے والے اللہ کے رسولؐ یثرب میں نجات کی دعوت دے رہے ہیں وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور شر والے کاموں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اسنے کہا میں اُثال کا بیٹا عمرو ہوں اللہ کے رسول کی طرف سے نجد کے مسلمان جنات کا امیر ہوں۔ (چنانچہ حضرت خُریم بن فاتکؓ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔) (حیات الصحابہ ج ۳/۶۱۷/۶۱۸)

یہ ہیں محمد رسول اللہ جو شرک کی دنیا میں توحید کا انقلاب لے آئے۔

جو ضلالت و گمراہی کے مقابلے میں ھدایت کا انقلاب لے آئے۔

جو جہالت کے مقابلے میں علم و بصیرت کا انقلاب لے آئے۔

جو نے ظلم و ستم کے مقابلے میں مہر محبت کا انقلاب لے آئے۔

پس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہے کہ ہم آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تعلیمات پر عمل کر کے اپنی زندگی میں انقلاب بھرپا کر پوری دنیا میں اصلاحی انقلاب کا ذریعہ بن جائیں۔

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قَالَ اللّٰہ عزجل ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورہ سبا/۲۸)

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه اَنَّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وطُهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ، (رواہ مسلم)

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسٰیؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضرت سید آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور خاتم المرسلین جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر لاکر مکمل فرمایا۔ اللہ عزوجل نے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی خصوصیت عنایت فرمائی مگر گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے تمام کمالات واوصاف حضورؐ کی ذات گرامی میں یکجا کر دیے اس لحاظ سے رسالت محمدیؐ ایک منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کی چند نمایاں اور امتیازی خصوصیات عرض کرتا ہوں۔ مثلاً

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک خصوصیت عمومیت اور عالمگیری ہے۔ یعنی آپؐ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کسی خاص قوم، ملک یا علاقہ اور خاص زمانے کیلیے ہوتی تھی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایک عمومی اور عالمگیری حیثیت رکھتی ہے اور قیامت تک کے تمام انسان و جنات کیلیے ہے۔

چنانچہ ارشاد باری عزوجل ہے۔

قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا.. (الاعراف/۱۵۸) (اے میرے نبیؐ) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

الناس کا لفظ مطلق ہے اور عام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر صور پھونکنے تک کے سارے انسانوں کو شامل ہے۔

(۲) رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ کی شریعت پہلی شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ذریعے پہلے آنے والے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا،

ارشاد ربانی ہے

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۰ (سورہ العمران / ۸۵)

جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

(۳) رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ کا دین کامل ومکمل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل فرمادی۔ اس لیے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا دور انسانیت کا ابتدائی اور ارتقائی دور تھا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں انسانیت اپنے بلوغ اور کمال کو پہنچ گئی اس لیے آپؐ کو مکمل، جامع اور عالمگیر شریعت عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۰ (سورۃ المائدہ/۳)

اور آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپؐ کی کتاب وحدیث اور شریعت مطہرہ کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ الحجر/۹)

بیشک یہ (دین یعنی قران وحدیث) ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

ذکر سے مراد دین کامل ہے قران وحدیث دونوں کا مجموعہ ہے۔

قرام مجید کی حفاظت کا اندازہ آپ اس سے فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اسی صورت میں موجود ہے جس صورت میں یہ نازل ہوا تھا۔

قرآن مجید کے بعد احکام اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ سنت رسول ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سنت رسول کی حفاظت کا عظیم الشان انتظام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے محدثین کرام رحمہ اللہ کا انتخاب فرمایا۔ محدثین کرام نے بڑی محنت وجستجو سے احادیث مبارکہ کا ذخیرہ مرتب کیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، حلیہ مبارک، اور پوری زندگی کا مکمل نمونہ آج تک الحمد للہ دنیا والوں کے سامنے مرتب صورت میں موجود ہے۔

(۵) رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کا دین اسلام تمام ادیان باطل پر غالب رہے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْکَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ ۳۳/)

وہی (اللہ) ہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اس کی دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک مذہب اسلام دلائل کے اعتبار سے تمام ادیان پر غالب رہا ہے۔ کوئی شخص اسلام کے عقائد و مسائل اور نظریات کو چیلنج نہ کر سکا۔

(۶) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر الامم (بہترین امت) قرار دیا ہے۔

خود قران مجید میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں۔

کُنْتُمْ خَیْرَاُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰه ۝ (آل عمران/۱۱۰)

(اے امت محمدؐ! جتنی امتیں گزری ہیں) تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

رسالت محمدی کی ایک خصوصیت ختم نبوت ہے جو اگلے صفحوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

قال اللہ تعالی ﴿ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَااَحَدٍمِن رِّجَالِكُمْ وَّلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ْوَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب /۴۰)

وعن جابرؓ قال قال النبیَّ صلی اللّٰهُ علیه وسلم اَنَاقائدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَافَخْرَ وَاَنَاخاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَلَافخْرَ وَاَنَااَوَّلُ شَافِعٍ وَّ مُشَفَّعٍ وَلَافخْرَ، (مشکوۃ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف نبی ورسول ہیں بلکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ قران کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ کی بنا پر امت مسلمہ کا یہ قطعی عقیدہ تواتر سے چلا آرہا ہے کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ورسول ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کی اساس ہے یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر دین سلام کی عمارت کھڑی ہے۔ اور آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظلی یا بروزی، حقیقی یا مجازی، تشریعی یا غیر تشریعی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور نبوت کوئی عہدہ یا ڈگری بھی نہیں کہ ہر شخص وہاں تک پہنچ سکے۔ اور نہ ہی کوئی شخص عبادت کے بنا پر نبی بن سکتا ہے۔ نہ کوئی زھد وتقویٰ کے بل بوتے پر نبی بن سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی علم وذھانت سے نبی بن سکتا ہے۔ بلکہ نبی کا انتخاب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ تو لہٰذا جن ہستیوں کا انتخاب ہوا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ سب اپنے اپنے زمانوں میں تشریف لا چکے ہیں لہٰذا اب قیامت تک کوئی نبی آنہیں سکتا۔ جو شخص بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کریگا وہ دجال وکذاب ہے۔

ختم نبوت پر سب سے قوی دلیل تو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَااَحَدٍمِن رِّجَالِكُمْ	محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں
وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰه وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	ہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیو
ْوَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ٥	ں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب
(سورة الاحزاب ./٤٠)	جانتا ہے۔

خاتم النبیین کا معنی آخری پیغمبر ہی ہے۔ کتاب ''مجمع البحار'' کے صفحہ نمبر ۳۲۹ میں مرقوم ہے
وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَائِهٖ صلی الله علیه اور خاتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ہے
وسلم بالفَتْح اىْ آخِر (حرف تاء) کے زبر سے آخر کے معنی سے آئے گا۔

مجمع البحار کے علاوہ قاموس، کلیات ابوالبقا، صحاح العربیہ وغیرہ میں بھی خاتم بمعنی آخر کیا گیا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ بلاشبہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے
فَلَارَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَانَبِیَّ بَعْدِیْ ، ۔ پس میرے بعد نہ تو کوئی رسول آئے
(رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث صحیح) گا اور نہ کوئی نبی آئے گا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں
اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کامل
عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ ، کر دیا ہے اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔

یعنی دین اسلام مکمل ہو چکا ہے نہ حلال حرام ہوگا نہ حرام حلال ہوگا، اسلئے اس دین کا لانے والا پیغمبر خاتم النبیین ہے۔ اس پیغمبر کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت باقی نہ رہی۔

تیسری آیت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا۔
قُلْ یَاۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (اے نبی) فرما دیجئے اے لوگو بلاشبہ میں تم
اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ؕ سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

جب لفظ الناس مطلق ہے اور قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کو شامل ہے۔ جب سب لوگوں کیلیے حضورؐ رسول بن کر آئے ہیں تو آپؐ کے بعد کسی اور پیغمبر اور نبی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ قرآن مجید کے آیات کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری پیغمبر ہے۔

چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) وعن ابی هریرة رضی الله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اور
عنه قال قال رسول الله ﷺ دوسرے تمام انبیاء کی مثال اس محل کی سی ہے

مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ" (رواہ البخاری)	جس کی دیوار نہایت شاندار ہوں لیکن اس دیوار میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی ہو اور جب لوگ اس محل کی گرد پھر کر عمارت کو دیکھیں گے۔ تو عمارت کی خوشنمائی انہیں حیرت میں ڈال دے مگر ایک اینٹ کے بقدر (جسے خالی دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہو) پس میں اس اینٹ کی جگہ بھرنے والا ہوں اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور انبیاء و رسل کے سلسلہ اختتام مجھ پر ہو گیا۔
(۲) وعن جابر رضی اللہ عنہ قال اِنَّ النبی ﷺ قال "اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ" (مشکوٰۃ)	نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام نبیوں اور رسولوں کا قائد ہوں۔ اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ میں انبیاء (علیہم السلام) کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ شفاعت کرنے والا پہلا شخص میں ہی ہوں گا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔
(۳) وعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ" (مسلم)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مخصوص چیزوں کے ذریعہ دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ ۱۔ مجھے جامع کلمات عطاء ہوئے ۲۔ دشمنوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے کے ذریعہ مجھے فتح عطاء فرمائی گئی۔ ۳۔ مال غنیمت میرے لیے حلال ہو۔ ۴۔ ساری روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی قرار دیا گیا۔ ۵۔ ساری مخلوق کیلئے مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ ۶۔ نبوت اور رسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔

(۴) وعن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ لوکان بَعْدِیْ نبیاں عُمَر بن الْخَطَّاب "رواہ الترمذی

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی بن سکتا۔

فائدہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ جلیل القدر ہستی نبی نہیں بن سکتا تو چودہ صدی کے چراغ بی بی کا نالائق لڑکا جسے دائیں سے بائیں جھوتے کی تمیز نہ ہو۔ بزدلی کا یہ عالم کہ ایک شخص نے دروازہ پر دستک دی تو معلوم کرایا گیا کہ ایک شخص کلہاڑی لیے ہوئے دروازے پر موجود ہے تو وہیں اندر سے کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آئی ہے یَـاَیُّهَاالنَّبِیُّ اندر رہیو باہر نہ جائیو۔ اور وحی لانے والے فرشتہ کا نام ٹیچی بتایا تھا۔ دن میں سو سے زائد مرتبہ پیشاب کیلئے بھاگتا، انجام کا لیٹرین ہی میں مردار ہو گیا۔

جب مسئلہ ختم نبوت قرآنی آیات اور نبوی ارشادات سے ثابت ہو چکا تو اب کسی صاحب ایمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی قسم کے مدعی نبوت کی نبوت پر ایمان لائے۔ خدانخواستہ اگر کوئی شخص اس قسم کا دعویٰ کرے گا تو وہ بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کو نبی ماننے والا بھی کافر بن جائے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے "شرح فقہ اکبر" میں لکھا ہے

وَدَعْوَۃ النبوۃ بعد نبینا کفرٌ بالْاِجْمَاع (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲)

ہمارے پیغمبر (حضرت محمدؐ) کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔

اور فتویٰ عالمگیری میں لکھا ہے

اِذَالَمْ یَعْرِفُ الرَّجُلُ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم آخرالْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ" (فتویٰ عالمگیری)

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔

محمد رسول اللہ کا مقصد یہ کہ ہر مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی و رسول مان لے۔ اور آپ کی ختم نبوت پر یقین کرے۔

چند جھوٹے مدعیان نبوت کے واقعات

قال اللہ تعالیٰ ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَااَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب ۴۰/)

وعن ثوبان رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ کلهم يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِىٌّ وَاَنَاخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِىَّ بَعْدِىْ“ (روه مسلم)

اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوت ختم فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہ نبوت کو بالکل ہمیشہ کیلئے سیل کر دیا۔ حقیقی نبی تو اب کوئی نہیں آئے گا مگر دھوکہ باز ضرور آئیں گے۔ جیسا کہ خود آقائے نامدارؐ نے پیشن گوئی فرمائی کہ میرے بعد تیس (۳۰) جھوٹے کذاب اور ہر ایک دعویٰ کریگا میں نبی ہوں۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

اگر محض دعوائے نبوت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی تعداد تیس ہزار سے بھی زائد ہوگی تاریخ کی کتابوں میں بے شمار احمقوں کے واقعات موجود ہیں خصوصا عہد بنو عباس میں بہت ساروں نے بکواس کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تیس دجالوں کی خبر دی ہے وہ ان جھوٹے دعویداروں کے متعلق ہے جن کا فتنہ کافی عرصہ رہا۔ اور ان کے فتنہ کو عالمگیر شہرت حاصل ہو چکی ہو۔ اُن میں سے چند کے واقعات ملاحظہ فرمائیں،

(اسود عنسی)

یہ شخص یمن کا باشندہ تھا۔ شعبدہ باز اور جادوگر تھا۔ اپنا لقب ذوالحمار رکھا تھا۔ اس کے پاس سکھایا ہوا گدھا تھا۔ جب اس کو کہتا خدا کو سجدہ کرو تو فوراً سربسجود ہو جاتا۔ اسی طرح جب بیٹھنے کو کہتا تو بیٹھ جاتا۔ لوگ اس کی چکنی چپڑی باتوں اور مختلف شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر اس کے ہم نوا ہو گئے۔

اسود عنسی نے دعوائے نبوت کے بعد آہستہ آہستہ اپنی طاقت بڑھانا شروع کی سب سے پہلے اہل نجران کو اپنا معتقد بنا کر نجران پر فوج کشی کر دیا۔ پھر بتدریج دوسرے علاقوں کو فتح کرتا ہوا تھوڑے ہی عرصے میں پورے ملک یمن کا بلاشرکت غیرے مالک بن

گیا۔ اسود عنسی نے یمن کے شہر صنعاء پر فتح پانے کے بعد اس کے مسلمان حاکم شیرین بن باذان کی بیوی آزاد کو جبراً اپنے گھر میں ڈال لیا۔

وہ عورت بھی اسود سے سخت نفرت کرنے لگی تھی اور ادھر آزاد کا عم زاد بھائی فیروز دیلمی جو شاہ حبشہ کا بھانجہ تھا انتظام لینے کیلئے موقع کا منتظر تھا۔ اسی دوران رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیغام اہل یمن کے نام آیا جس میں اسود عنسی کے سرکوبی کا حکم تھا۔

مسلمان بہت خوش ہوئے اور بجائے لشکر کشی کے اس کے محل میں گھس کر اس کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے جانے لگے۔ اس سلسلہ میں فیروز دیلمی اپنے عم زاد بہن آزاد سے ملا۔ آزاد نے یقین دلایا کہ وہ ہر طرح اسود عنسی کے قتل میں فیروز کی مدد کرے گی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد آزاد نے فیروز اور اس کے ساتھیوں کو بتایا کہ تم محل کے عقب سے نقب لگاؤ میں ایک چراغ روشن کردوں گی اور اسلحہ بھی تم کو وہیں مل جائے گا۔

شام ہوتے ہی اس منصوبے پر عمل شروع ہوا۔ اور جلد ہی فیروز اپنے ساتھیوں کے ساتھ نقب لگا کر اسود تک پہنچ گیا۔ اسود زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔ فیروز نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اللہ اور رسول کے دشمن کو جہنم رسید کر دیا۔ پھر باہر نکل کر عنسی کے قتل کی خوشخبری سنائی۔ اور فجر کی آذان میں موذن نے اشهد انّ محمد رسول الله کے بعد یہ الفاظ بھی کہے اشهدان عنسی کذابٌ۔

اسود کے قتل کے بعد یمن کی فضاء پر دوبارہ اسلامی پرچم لہرانے لگا صنعاء اور اہل نجران ارتداد کے وجود سے پاک ہو گئے۔

(۲ مسیلمہ کذاب یمامہ)

یہ شخص کذاب یمامہ کے لقب سے بھی مشہور ہے اس کی خود ساختہ نبوت کا فتنہ کافی عرصہ تک رہا جس کو بڑے بڑے صحابہ نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر جڑ سے اکاڑ دیا۔

مسیلمہ نے اور وفود کے طرح وفد بنی حنیفہ کے ساتھ آستانہ نبوی پر حاضر ہو کر درخواست کی کہ حضور اسے جانشین مقرر فرما دیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے مسیلمہ اگر تم امر خلافت میں مجھ سے یہ شاخ خرما بھی طلب تو میں دینے کو تیار نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے مایوس ہو کر وہ اپنے وطن یمامہ آیا۔ اور اہل

یمامہ کو اپنی من گڑت وحی اور الہام کے افسانے سنا سنا کر اپنا معتقد بنانا شروع کر دیا۔ لوگوں کو اپنی جھوٹی دین اور نبوت کی طرف راغب کرنے کیلئے ضروری تھا کہ شریعت محمدیؐ کے مقابل ایسی شریعت گھڑی جائے جو لوگوں کے نفسانی خواہشات کے مطابق ہو

چنانچہ اس نے: (۱) شراب حلال کر دی۔ (۲) زنا کو مباح کر دی۔

(۳) نکاح بغیر گواہوں کے جائز کر دیا۔ (۴) ماہ رمضان کے روزاڑا دیئے۔

(۵) فجر اور عشاء کی نماز معاف کر دی۔

اسکے علاوہ اور بہت سے خرافات اپنی خود ساختہ شریعت میں جاری کیں۔ لیکن اپنی دینی عزت و عزمت ان کو کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنی عظمت دکھانے کیلئے جس کام کا ارادہ کرتا یا دعا کرتا معاملہ بالکل برعکس ہوتا۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص کے باغ کی شادابی کی دعا کی تو درخت بالکل سوکھ گئے۔

کنووں کے پانی بڑھانے کیلئے مسیلمہ نے اپنا آب دھن ڈالا تو کنووں کا پانی اور نیچے چلا گیا۔ اور کنویں سوکھ گئے۔

بچوں کے سر پر برکت کیلئے ہاتھ پھیرا تو بچے گنجے ہو گئے۔

ایک آشوب چشم پر اپنا لعاب دھن لگایا تو وہ بالکل اندھا ہو گیا۔

شیر دار بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کا سارا دودھ خشک ہو گیا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو مسیلمہ کذاب کے خلاف معرکہ آراء ہونے کا حکم دیا اور ایک لشکر اُن کیلئے ترتیب دیا۔ جس میں مہاجریں پر حضرت حذیفہؓ اور زید بن خطابؓ اور انصار پر حضرت ثابت بن قیس اور حضرت براء بن عازبؓ کو امیر مقرر فرمایا۔

حضرت خالدؓ نہایت تیزی سے مدینہ سے نکل کر یمامہ کی طرف بڑھے۔ جب مسیلمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت خالدؓ اس کی سرکوبی کیلئے مدینہ سے چل پڑے ہیں تو خود بھی اپنا لشکر لے کر نکلا اور عقربا کے مقام پر پڑاو ڈال دیا۔ حضرت خالد نے بھی عقربا کے مقام پر پہنچ کر مسیلمہ کے لشکر کے سامنے ڈیرہ ڈال دیا اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

مسیلمہ کے لشکر میں چالیس ہزار اور مسلمان لشکر تیرہ ہزار نفوس پر مشتمل

تھا۔ دوسرے دن دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے اتمام حجت کیلئے مسیلمہ اور اس کے لشکر کو دین حق کی دعوت دی مگر مسیلمہ اور اس کے لشکر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ جنگ شروع ہوا سب سے پہلے مسیلمہ کے سردار نہار نے لشکر سے نکل کر مبارزت طلب کی اس کے مقابلہ کیلئے حضرت زیدؓ بن خطاب حضرت عمرؓ کے بھائی نکلے اور بڑی بامردی سے مقابلہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اب گھمسان کا رن پڑ گیا۔

بالآخر مسیلمہ کا لشکر دبتا دبتا ایک وسیع وعریض قلعہ نما باغ تھا گھس کر قلعہ بند ہو گیا۔ اور دروازہ مظبوطی سے بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت براء بن عازبؓ نے حضرت خالدؓ سے بہت اصرار کیا کہ مجھے دروازے قریب کے لے جا کر قلعہ کے اندر پھینک دے میں اندر جا کر دروازہ کھول دوں گا۔ چناچہ بہت اصرار پر ان کو دیوار پر کسی طرح چڑھا دیا گیا وہ فوراً اندر گئے۔ دروازے پر کھڑے پہرہ دار اُن پر ٹوٹ پڑے مگر آپ نہایت بہادری کے ساتھ دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت خالدؓ دروازہ کھولتے ہی دشمنوں پر حملہ آور ہوئے مسلمان بھیڑ بکری کی طرح مرتدین کو ذبح کرنے لگے۔

حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کو دیکھ لیا اور اپنا مشہور نیزہ پوری قوت سے مسیلمہ پر پھینکا جس سے اس کاری ضرب لگی اور مسیلمہ زمین پر گر گیا۔ قریب ہی ایک انصاری نے اس کو تلوار ماردی اور سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیا۔ مسیلمہ کے چالیس ہزار لشکر میں سے تقریباً اکیس ہزار موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ مسلمانوں کے صرف چھ سو ساٹھ آدمی شہید ہوئے جس میں بڑے بڑے صحابہ بھی تھے۔

مسیلمہ کے موت کے بعد اس کا قبیلہ صدق دل سے دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اور مسیلمہ اپنے کفر کو لے کر ہمیشہ کیلئے تہہ خاک چلا گیا اور یوں دنیا سے اسکا فتنہ بھی نیست و نابود ہو گیا۔

(۳ مرزا غلام احمد قادیانی مردود)

یہ شخص ۱۸۳۹ء میں ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں پیدا ہوا۔ مرزا غلام احمد نے سات سال کی عمر میں قرآن پڑھنا شروع کیا قرآن مجید کے بعد فارسی کی چند کتابیں

پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں والد نے غلام احمد کو گل علی شاہ بٹالوی نام ایک مدرس کے سپرد کر دیا جو شیعی المذھب تھے۔ ان کی شاگردی میں منطق اور فلسفہ کی چند کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بس یہی قادیانی کی ساری علمی بساط تھی تفسیر، حدیث وفقہ اور دوسرے دینی علوم سے قطعاً محروم رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بدبخت ''نیم ملا خطرہ ایمان'' ہی بنا رہا۔

والد نے طب کی چند کتابیں پڑھائیں مگر چونکہ علم طب بھی تکمیل نہ کی۔ اس فن میں بھی ''نیم حکیم خطرہ جان'' کے درجے سے ترقی نہ کر سکا۔ کسی فن میں اچھی دست گاہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے معقول ذریعہ معاش ہاتھ نہ آیا تو تقدس کی دکان کھول کر خلق خدا کو گمراہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

مرزا نے اپنے رفیق بچپن مولوی محمد حسینِ سے صلاح ومشورہ کی کہ میری خواہش ہے کہ قادیان چھوڑ کر کسی شہر میں قسمت آزمائی کروں۔ اور غیر اسلامی ادیان کے رد میں کتاب لکھوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا غیر معروف مصنف کی کتاب مشکل فروخت ہوتی ہے۔ مرزا نے کہا حصول شہرت کونسا مشکل کام ہے۔

چنانچہ مرزا مولوی محمد حسین کے یہاں لاھور آ کر اپنے مقصد کے حصول میں لگ گیا۔ اور شب وروز۔ تحفہ الہند، تحفہ الہنود۔ خلعت الہنود اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے مناظروں کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہنے لگا۔ جب ان کتابوں کے مضامین اچھی طرح ذھن نشین ہو گئے تو پہلے آریوں سے چھیڑ خانی شروع کی اور پھر عیسائیوں کے مقابلے میں ھَلْ مِنْ مُبَارِزِ (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا) کا نعرہ لگایا۔ غرض اسلام کا یہ پہلوان ہر وقت کشتی کیلئے جوڑ کی تلاش میں رہتا تھا۔ اور اسے مجمع کو اپنے گرد جمع کرنا اور شہرت طلبی کی دھن لگی رہتی تھی۔ جب مرزا کو خوب شہرت حاصل ہو گئی تو اس نے جھگڑوں، قضیوں کو چھوڑ کر الہام بازی کی دنیا میں قدم رکھا۔ اپنے ملہم اور مستجاب الدعوات ہونے کا پروپگنڈہ شروع کیا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے اہل حاجات کی آمد ورفت شروع ہو گئی۔ نذر ونیاز اور چڑھاؤں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اور لوگوں نے بیعت کی بھی درخواستیں کیں۔ لیکن مرزا ہر ایک کو یہی جواب دیتا کہ ابھی ہم کو کسی سے بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا۔ اس وقت تک صبر کرو جب اس بارہ میں حکم خداوندی پہنچے۔

لوگ انتظار میں تھے کہ اچانک حکم رحمانی کے بجائے حکم شیطانی کا نزول ہوا۔ اور مرزا صاحب ولی سے خود ساختہ نبی بن گئے۔ اور طرح طرح کے دعویٰ کرنے لگا۔

ارشاد ہوتا ہے۔ میں ملہم ہوں، امام الزمان ہوں، مہدی ہوں، حامل وحی ہوں، خاتم الاولیاء ہوں، خاتم الاولیاء ہوں، خاتم الخلفاء ہوں (العیاذ باللہ) خدا کا بیٹا ہوں (نقل کفر کفر نباشد) خدا کا باپ ہوں۔ عیسیٰ ہوں، آدم ہوں، ابراھیم ہوں، ظلی نبی ہوں، بروزی نبی ہوں تشریعی نبی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے تقریبا چوراسی خبیث و کفریہ دعویٰ کر بیٹھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو سلمان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اس نے ابتداء میں تقدس کا لبادہ اوڑھ کر برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی متاع ایمان کو بہت برباد کیا۔ اس کے دجل و فریب شیطانی الہامات ابلیسی وحی اور قرآن و حدیث کی تحریفات نے عالم اسلام کی جڑیں کھودنے میں کسر نہیں چھوڑی اور بے چارہ سادہ لوح مسلمان کثرت سے اس کے جال میں گرفتار ہوئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۴ء میں حکومت پاکستان نے عوام کے شدید اصرار اور دس ہزار مسلمانوں کی شہادت کے بعد پارلیمنٹ کے اندر ان کے علماء اور خلیفہ کا اہل سنت والجماعت کے علماء سے باقاعدہ کئی روز مناظرہ کرایا اور ان کے کافرانہ عقائد خود ان کے خلیفہ مرزا ناصر سے اقرار کرانے کے بعد ان کے تبلیغی مرکز ربوہ کو کھلا شہر قرار دے دیا۔ پاکستان کے ساتھ افریقہ، سعودی عرب، لیبیا اور دوسرے ممالک نے بھی قادیانی عقیدہ رکھنے والوں کو خارج از اسلام قرار دیا۔ اب قادیانیوں نے اپنا مرکز لندن منتقل کر دیا۔ یہودی حکومت کے ساتھ ان کے خاص روابط ہیں ظاہر ہے جو کام عالم اسلام کے خلاف ہوگا یہودی حکومت بڑی خوشی سے اس میں تعاون کرے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزات مبارکہ

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (الانعام/۳۷)

وعن عبداللّٰہ ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال اِنْشَقَّ القَمَرُ علی عهدِ رَسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِرقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الجبل وَفرقةٌ دُونَهٗ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِشْهَدُوا۔ (رواہ مسلم)

انبیاء علیہم السلام اس عالم میں تشریف لاکر عالم انسانی کو ایک ایسے غیر محسوس عالم سے خبردار کرتے ہیں جو عام نظروں میں نہ صرف غیر محسوس ہوتا بلکہ انسانوں کیلئے کچھ غیر معقول بھی ہوتا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام یہ بتاتے کہ اس عالم کے ماوراء ایک اور عالم بھی ہے جو اس سے کہیں زیادہ وسیع کہیں زیادہ پائدار اور پُر از عجائبات ہے۔

چونکہ انسان ہمیشہ سے صرف اپنے مشاہدات و تجربات پر یقین کرنے کا عادی رہا ہے۔ اس لیے رسولوں کے ان غائبات پر جزم و یقین حاصل کرنے کیلئے وہ کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقہ کا متلاشی رہتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تشریف لاکر اپنی دعوت کے ساتھ ساتھ دنیا کے سامنے ایک جدید طریقہ استدلال کا آغاز کریں جو عالم غائبات پر ایمان لانے کیلئے انسانی فطرت کو بہت آسانی کے ساتھ مطمئن کر سکے۔ ان ہی کا نام معجزات و خوارق عادات ہے۔

چنانچہ دنیا کے ہر پیغمبر نے اپنی امت کے سامنے حیرت انگیز معجزے پیش کیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا نے عالم کو غرق آب کر دیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعاؤں نے آتش فشاں پہاڑوں کے دھانے کھول دیئے۔ اعصاء موسیٰ کی کارفرمائی نے چٹانوں کی چھاتی سے پانی کا دودھ بہایا۔ بحر احمر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ دم عیسیٰ نے اندھوں کو بینا اور کوڑوں کو چنگا کیا۔ فرش کے سونے والوں کو جگایا۔ قبر کے مردوں کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہہ کر جلایا۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے محبوب پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھوں بے شمار معجزے ظاہر فرمائے جو آج تک ہزاروں سال گزرنے کے باوجود دنیا اور اہل دنیا کے سامنے جلوہ

گر ہیں۔ ایک ان میں سے ایسا ہے کہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے وہ قرآن مقدس ہے جو آج حرف بحرف دنیا کے سامنے موجود ہے۔ باقی اگر چہ عارضی تھے لیکن تاریخ نے انہیں بھی ایسے بااعتبار سند کے ساتھ محفوظ رکھا ہے کہ ۱۴ صدیاں گزرنے کے باوجود کسی میں بھی ان کے غلط ثابت کرنے کی جرائت نہیں۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی متحضر ہونی چاہیئے کہ اگر غیر نبی سے کوئی عمل خرق عادت واقع ہو تو اگر وہ شخص نیک و پارسا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنتوں کا کامل اتباع کرنے والا ہے تو وہ کرامت کہلاتا ہے۔ اور یہ کرامت اس بزرگ کے اپنی مرضی سے واقع نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک کرامتِ اولیاء حق ہے۔ اس کے بالمقابل کسی فاسق فاجر غیر متبع سنت رسول کے ہاتھوں کوئی خلاف عقل بات ظاہر ہو تو وہ جادو ہوگا۔ یا کسی مسمریزم کا چکر ہوگا یا کوئی شعبدہ بازی ہوگا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک معجزہ شق القمر کا ہے اس کا تذکرہ خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرہ قیامت قریب آگئی اور چاند کے دو ٹکڑے
(سورہ القمر) ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلیٰ عَھْدِ رَسُولِ اللّٰہ چاند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
ﷺ فِرْقَتَین فِرْقَۃٌ فوق الْجبل میں دو ٹکڑے ہو گیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر
وفِرْقَۃٌ دونہٗ فقال رسول اللّٰہ علیہ کی جانب تھا اور دوسرا نیچے کی طرف۔ رسول
وسلم اِشْھَدوا ،(رواہ مسلم ۳۸۵/) اللہؐ نے فرمایا میری نبوت کی شہادت دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے اشارہ پر چاند کے دو ٹکڑے ہونا ایک حقیقی واقعہ ہے جس کی صداقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر بہت سے بے دینوں اور فلسفیوں نے اس معجزہ کا انکار کیا۔ اور ان کے انکار کی بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ فلکیات میں الخرق والالتیام ممکن نہیں۔

اس کے دو جواب دیے گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی فلکیات کا خالق ہے اور تمام فلک اس کے قدرت کے مسخر اور حکم کے تابع ہے۔ اور اس معجزہ کا ظہور حکم الٰہی سے ہوا تھا۔

دوئم۔ فلکیات میں خرق والالتیام کے محال کا نظریہ اس وقت بھی فلاسفہ کے نزدیک محل نظر تھا۔ تحقیق و تجربہ کے بعد اب تو بالکل باطل ہو چکا ہے۔ یہاں تک تاریخ میں اس کا ذکر تواتر کے ساتھ موجود ہے۔ تاریخ اسلامی کے علاوہ دوسری قوموں کے احوال میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے جیسے ہندوستان کے علاقہ ملیبار کے شہر وھار کے راجہ کے بارے میں منقول ہے وہ تو صرف اس واقعہ کے مشاہدہ کی وجہ سے ہی مشرف با اسلام ہو گئے تھے۔ اس صدی میں بھی یورپ کے کئی رسالوں میں چاند کی ایسی تصویریں چھپ چکی ہیں کہ اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دراڑھ کا نشان موجود ہے۔ وہی معجزہ شق القمر کا نشان ہے۔

گوہ کی شہادت کہ آپؐ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو ایمان کی دعوت دی) اس نے کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہ لائے میں آپ پر ایمان نہیں لا سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ! بتلا تو کس کے نام کی تسبیح کرتی ہے؟

گوہ بولی۔ (میں اس کی تسبیح کرتی ہوں)

اَلَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ	جس کا عرش آسمان پر ہے
وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُهٗ	جس کا حکم زمین پر نافذ ہے
وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ	جس نے سمندر میں راستے بنا دیئے
وَفِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ	جس کی رحمت کا مظہر جنت ہے
وَفِی النَّارِ عَذَابُهٗ	جس کی عذاب کا مظہر دوزخ ہے۔

پھر آپ نے پوچھا ''میں کون ہوں؟'' اس نے جواب دیا؛

انت رسول رب العلمین و خاتم النبیین ۔ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

حضور آپ رب العلمین کے رسول اور ختم النبیین ہیں۔

کیکر کے درخت کی شہادت

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ ایک دیہاتی سامنے سے آتا نظر آیا جب وہ مجلس میں آپہنچا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ وہ بولا آپ کی اس بات پر کوئی اور بھی گواہی دیگا۔ آپ نے فرمایا "یہ کیکر کا درخت (گواہی دے گا)" وہ درخت وادی کے کنارے پر کھڑا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کو پکارا' وہ زمین پھاڑتا ہوا آپؐ کے سامنے آکھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے تین مرتبہ اس سے گواہی طلب کی (کہ تم میری نبوت پر گواہی دو گے)۔ اس نے تین بار یہ گواہی دی۔ اس کے بعد وہ جہاں کھڑا تھا وہیں گیا۔ (رواہ دارمی)

انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مقام حدیبیہ میں (پانی کی شدید قلت کے سبب) لوگوں کو سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لوٹا تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا (اس میں بہت تھوڑا سا پانی بچا) لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کرنے کیلیے پانی بلکل نہیں ہے۔ بس وہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے لوٹے میں بچ گیا ہے۔ آپؐ نے سن کر اپنا دست مبارک لوٹے کے منہ میں ڈال دیا۔

فَجعل الماء یفورُمِن بینِ اَصابِعہ کامثالِ العُیون

چنانچہ آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے اسطرح پانی اُبلنے لگا جیسے چشمے جاری ہو گئے ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے خوب پانی پیا اور وضو کیا۔ اور ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (رواہ البخاری ومسلم)

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے آپؐ کا معجزہ بڑھا ہوا ہے اسلیے کہ حضرت موسیٰؑ نے عصا مارا پتھر پر اور پتھر سے چشمے بہنے لگے اور یہاں تو انگلیوں سے چشمے پھوٹے۔ اور علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا کی تمام پانیوں سے افضل پانی وہی ہے جو آنحضرتؐ کے مبارک انگلیوں سے اللہ عزوجل نے جاری فرمایا۔

بیت المقدس کے انکشاف سے متعلق معجزہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق امتحاناً طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق بھی مجھ سے کھود کرید کرنی شروع کی جو مجھے ٹھیک یاد نہ رہی تھی۔ اب مجھے (ان کی تکذیب کی اندیشے سے) ایسی بے چینی پیش آئی کہ اس سے پہلے ایسی بے چینی کبھی پیش نہ آئی تھی۔

(حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا)

فَجَلیٰ اللہ لی فطفقت اُخبرھُم	پس اللہ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان سب
عن اٰیاتی بیت المقدس	پردے اٹھا کر اس کو اس طرح سامنے کر دیا کہ میں اس
واَنا انظر الیہ	کے ایک ایک نشانی کی خبر دیکھ کر ان کو دیتا رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کا ایک معجزہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ کیلیے بیٹھے تو لوگوں سے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' آپ کی یہ آواز عبداللہ بن رواحہؓ کے کان میں بھی پہنچ گئی اس وقت وہ بکریوں میں تھے۔ آپ کی آواز کا سننا تھا کہ وہ فوراً بیٹھ گئے۔

حضرت عبداللہ بن معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا تو اس کو سننے کیلیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان اس طرح کھول دیے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں تھے، بیٹھے ہوئے آپ کی آواز وہیں سن رہے تھے۔ (الخصائص)

معجزات کی فہرست بہت طویل ہے علماء کرام نے بڑی بڑی کتابیں تالیف فرمائی ہیں ہم نے برکت کیلیے چند معجزوں کا تذکرہ کر لیا۔ اب چند باتیں خوب سمجھیں۔

(۱) یہ کہ معجزات خواہ کتنے ہی خلاف عقل اور محال ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کیلیے ان کا صادر کرنا نہایت آسان ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ھُوَ علیّ ھیّنٌ، میرے لیے یہ بہت آسان بات ہے۔

(۲) یہ کہ معجزہ بھی نبوت ورسالت کی طرح موہوب الٰہی ہوتا ہے۔ رسولوں کی کسب اختیار سے نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ جب کبھی رسولوں سے معجزہ کی فرمائش کی گئی تو ان کو ہمیشہ یہی ایک جواب تعلیم کیا گیا۔ قُل اِنّما الآیاتُ عِند اللّٰہ تو کہہ دے کہ نشانیاں (معجزات) تو اللہ کے پاس ہیں۔

(۳) یہ کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ جتنے بھی مَاوراء عقل (عقل سے بالاتر) معجزات اللہ تعالیٰ نے دکھلائے ہیں ان کے نمونہ کی سائنسی ایجادات قیامت سے پہلے پہلے کروائیں گے ، تا کہ ان معجزات اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا تائید ہو۔

مثلاً منیٰ میں لاکھوں صحابہ کرام تک آواز کا پہنچنا کسی وقت سمجھ سے بالاتر تھا مگر آج ایف ایم ریڈیو، لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ کتنا آسان ہے۔ اسی طرح حطیم میں کھڑے ہو کر سینکڑوں میل دور بیت المقدس کے ستون، دروازہ اور کھڑکیوں کو بچشم خود دیکھ کر اور گن کر بتانا عقل کے گھوڑے دوڑانے والوں کیلیے کتنا محال یا مشکل تھا مگر انٹرنیٹ، گوگل پروگرام اور سٹلائیٹ کے ذریعے ہزاروں میل دور کی چیزوں کو گھر بیٹھے کئی فٹ کے فاصلے سے دیکھنا کتنا آسان اور سہل بن گیا ہے۔

بالکل اسی طرح مکہ مکرمہ کے بے آب وگیاں اور سنگلاخ پہاڑوں میں بود و باش رکھنے والے قریش کیلیے کسی انسان کا آسمانوں میں چڑھنا کتنا مشکل اور محال تھا مگر آج اسی مکہ شہر کی بلندترین عمارت ''مکہ ٹاور'' کے بالائی منزل تک لفٹ کے ذریعے ایک منٹ میں پہنچنا کتنا آسان لگ رہا ہے۔ ہے کوئی ان سائنسی آلات کے فوائد وعجائب کا انکار کرنے والا۔ پس وہ اللہ جس نے ان آلات کے موجدین کو ایجاد کیا اس کے لیے کونسا کام کب مشکل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج

قال اللّٰہ عزوجل ﴿سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیلًا مِنَ الْمَسْجِدِالحَرَامِ اَلَی الْمَسْجِدِالاَقصیٰ الَّذِی بٰرَکْنَاحَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیعُ البَصِیْر﴾ (الاسراء/۱)

وقال ابن عباس رضی اللہ عنھما ”اَتعجبون اَنْ تکونَ الخُلَّۃُ لِابراھیمَ والکلام لموسیٰ والرُّؤیۃُ لمحمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)“

قرب موسیٰ اور ہے قرب محمد اور ہے
طور سینا اور ہے عرش معلیٰ اور ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں معراج مبارک بھی ہے۔ اس لیے کہ ایک ہی رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانا اور بیت المقدس سے آسمانوں پر چڑھنا، انبیاء علیھم السلام سے ملاقات کرنا، جنت ودوزخ کے مشاہدات، سدرۃ المنتہیٰ میں جبرائیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھنا، اور خالق حقیقی کی زیارت کر کے ہمکلام ہونا، یہ سب چیزیں عقل انسانی میں آنے والی نہیں ہیں۔

چنانچہ جمہور امت کا عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت کو معراج جسمانی طور پر ہوئی۔ اور یہ شرف دنیا میں صرف ایک ہی رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا۔ اور وہ بھی بحالت بیداری تمام عمر میں صرف ایک بار۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو معراج خواب میں ہوا مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ خواب میں ایک بار خود آپؐ نے اللہ عزوجل کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت کسی کے کان میں جوں بھی نہ رینگی۔ اگر معراج کے واقعہ کو خواب کا واقعہ قرار دیا جائے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مخالفین میں ہل چل کیوں مچی۔ اور بیت المقدس سے متعلق آپ سے سوالات کیوں کیے گئے جو ایک چشم دید واقعہ کے متعلق کیے جاتے ہیں۔

خالق کون ومکان نے دنیا کی عمر میں یہ محفل صرف ایک ہی بار اور ایک ہی شخصیت کیلیے سجائی۔ اور سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بعَبْدِہٖ کہہ کر اس سفر کی شان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اس سیر عظیم کی غایت خود ہی بیان فرمائی لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنا الْکُبْرٰی (تا کہ ہم اپنے نبی کو دکھائیں بڑی بڑی نشانیاں)۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے معراج کا تذکرہ پہلے صحیفوں میں آچکا ہے۔ اور آپ کی دیگر علامات نبوت میں سے اس کو بھی بطور علامت شمار کرایا گیا ہے۔

بہر حال معراج کے واقعہ پر اہل قلم اور علماء کبار کے اتنے مضامین آچکے ہیں کہ ان کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ ہم حصول برکت کیلیے معراج کے مختلف پہلوں پر مختصر گفتگو کریں گے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں جس میں معراج اور اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

معراج واسراء کا فرق

علماء کرام نے لکھا ہے کہ سفر معراج کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا، اور دوسرا حصہ بیت المقدس سے عرش برین تک تشریف لے جانا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ معراج نبوت کے بارھویں سال یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی، مگر کچھ حضرات کہتے ہیں کہ ستائیسویں رجب کو ہوئی۔

سفر معراج کے کچھ حالات

حضرت مالک بن صعصہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کے احوال صحابہ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ''میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا (یعنی سینہ مبارک) پھر اس نے میرے قلب کو نکالا اور دھویا (ایک روایت میں ہے کہ میرے پیٹ کو آب زمزم سے دھویا)اس کے بعد سونے کا طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا۔ اور میرے دل میں ایمان وحکمت بھر دیا۔

ثُمَّ اُتِیتُ بِدآبۃٍ دُونَ البغلِ و فوقَ الحمارِ یُقالُ لہُ البُراق۔
پھر سواری کا ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا۔

اور اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں تک اس کی نظر جاتی وہیں اس کا قدم پڑتا تھا علماء کرام نے لکھا ہے کہ براق ''برق'' سے ہے اور برق معنی بجلی کی چمک۔ پس معلوم ہوا کہ وہ برق بجلی کی چمک کی طرح تیز رفتار تھی۔ اور کائنات میں سب سے زیادہ تیز رفتار چیز وہ روشنی ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی

ہے۔ اور زمین کے گرد ایک سیکنڈ میں آٹھ دفعہ گھوم سکتی ہے۔

پس وہ اللہ جو روشنی میں طاقت رکھ سکتا ہے تو کیا اس ذات کی قدرت سے یہ چیز بعید ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ایک جسم عنصری کو ایسے برق رفتار سواری سے چشم زدن میں کہیں سے کہیں پہنچا دے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے بذریعہ براق بیت المقدس پہنچے۔ براق کو دروازے کے قریب باندھ دیا اور آپ مسجد بیت المقدس داخل ہو کر تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا فرمائی۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ثُمَّ عُرِجَ بی اِلی السَّماءِ پھر میرا آسمانوں کا سفر شروع ہوا۔ اور اوپر جانے کا ترتیب یوں ہوا کہ

وُضِعَتِ الْمعراجُ علی الصَّخْرۃِ، ایک زینہ (سیڑھی) چٹان پر رکھا گیا۔

اس میں نیچے سے اوپر چڑھنے کیلیے درجے بنے ہوئے تھے۔ اس زینہ کے ذریعے آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ (اس زینہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے)

بہر حال چند صدیاں پہلے یہ بات تو سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ایک انسان زمین سے سات آسمانوں تک سیڑھی کے ذریعے کیسے چڑھ سکتا ہے۔ مگر آج کل خود بخود بجلی کی طاقت سے حرکت کرنے والے لفٹوں کو دیکھ کر مسئلہ سمجھ آجاتا ہے کہ آپ لفٹ پر کھڑے ہو جائیں اور وہ تمہیں چند سکنڈوں میں کہیں سے کہیں چڑھا دے یا اتار دے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ شکاگو شہر میں ایک سو چوبیس منزلہ عمارت ہے اور دنیا کی عمارتوں میں بلند ترین عمارت ہے۔ اگر آپ اس کے ایک سو چوبیسویں منزل پر چڑھنا چاہیں تو لفٹ پر کھڑے ہو کر بٹن دبائیں تو منٹ یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ منٹ میں آپ کو بالکل اوپر چڑھا دے گی۔

یا آج کل کئی مقامات تہہ خانوں میں اترنے یا اوپر چڑھنے کیلیے سلینڈر بنائے گیے ہیں۔ وہ بالکل سیڑھی کی طرح ہیں آپ اس پر صرف پاؤں رکھیں پھر آپ کو زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں وہ خود بخود آپ کو اوپر نیچے لے جائیگی۔

جب عقل انسانی ایسی چیز بنا سکتی ہے تو کیا عقول انسانی کا خالق اپنے حبیب کیلیے ان سے بھی تیز رفتار، خوبصورت، محفوظ اور پر آسائش زینہ نہیں بنا سکتا۔

بہر حال حضورؐ فرماتے ہیں کہ پہلی آسمان پر پہنچے وہاں سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔ آگے بڑھے تو چھوتے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام استقبال کیلیے کھڑے تھے۔ ان سے مل کر اوپر گئے تو پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے مرحبا کہہ کر استقبال فرمایا۔ پھر جب چھٹے پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور هٰذا موسیٰ فسلّم علیه یہ موسیٰؑ ہیں ان کو سلام کریں میں نے ان کو سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ چھٹے آسمان سے گزر کر جب ہم ساتویں آسمان میں داخل ہوئے تو

فَاذا بابراهيمَ مُسنِدٌ أظهرهٗ الیَ البيتِ الْمعمُورِ، تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہاں یہ احتمال ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں پر تمام انبیاء علیھم السلام جمع کئے گیے ہوں۔ مگر ذکر صرف مخصوص اور مشہور انبیاءؑ کا فرمایا۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور اس کے پھل مقام ''حجر'' کے (بڑے بڑے) مٹکوں کے برابر تھے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ یعنی زمین سے جو بھی چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک جاتی ہے، اور اسی طرح ملاءِ اعلیٰ سے جو چیز اُترتی ہے وہ بھی یہیں پر آ کر ٹھہر جاتی ہے۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اس سے آگے نہیں جاسکتے۔

(حضور فرماتے ہیں) اس کے بعد رَفْ رَفْ (یعنی سبز قالین) لایا گیا اور مجھے اس پر بٹھایا گیا پھر جب اسے اوپر اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا کہ جبرائیل وہیں کھڑے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں نے پوچھا جبرائیل آپ تو پورے سفر میں میرے ساتھ تھے اب کیوں ساتھ چھوڑ رہے ہو؟ حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا

اگر یکسر از موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر اس مقام سے آگے بال برابر بھی قدم بڑھاؤں تو نورِ الٰہی میرے پر جلا دے۔

بہر حال حضورؐ بذریعہ رف رف عرش الٰہی کے قریب پہنچے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ عرش الٰہی کے انوارات طاقت سے باہر ہیں۔

ارشاد باری ہوا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟

آنحضرتؐ نے عرض کیا [اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ والصَّلوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ] (اے میرے رب) ساری بدنی، مالی، زبانی عبادتیں تیرے لیے ہیں۔ یعنی عاجزی اور بندگی لایا ہوں۔

ارشاد باری ہوا

السَّلامُ علیك اَیُّهَا النَّبِیُّ نہ صرف میرے اوپر سلامتی ہو بلکہ تمام اللہ کے
ورَحْمَةُ اللّٰه وبرَکاتُهٗ نیک بندوں پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔

زیارت، اور گفتگو کے بعد اللہ عزوجل نے نبی کو نمازوں کا تحفہ دیا۔ اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ تمام احکام روزہ، حج، زکوٰۃ جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے مگر نماز وہ حکم ہے جو حضورؐ خود لے کر آئیں ہیں۔ اور اسی رات آنحضرتؐ نے جنت اور جہنم کا بچشم خود معائنہ فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ واپس بیت المقدس تشریف لائے اور انبیاء علیہم السلام بھی گویا آپ کو رخصت کرنے کیلیے بیت المقدس تک ساتھ تشریف لائے۔ پھر آپؐ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نماز اسی دن صبح کی نماز ہو۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام کی امامت فرمانے کا واقعہ سفر معراج سے واپسی کے بعد ہوا۔ اس لیے کہ جاتے ہوئے انبیاءؑ سے ملاقات کے وقت جبرائیلؑ نے آپ کا تعارف کرایا۔ اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی۔

اس کے بعد آپؐ بیت المقدس سے رخصت ہوئے اور براق پر سوار ہو کر اندھیرے وقت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

اتباع سنت کی اہمیت

فَقَالَ اللّٰہُ عزوجل ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (النساء/ ۱۳

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ''(مشکوٰۃ المصابیح)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں کیا چیز ہے لوح و قلم تیرے ہیں

آج پوری دنیا میں گمراہی و ضلالت کے گھنگور گھٹائیں چل رہی ہیں۔ لوگ مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر سنتِ رسولؐ کے بجائے بدعات پر عمل پیرا ہیں۔ حالانکہ اتباع سنت ہی انسانوں کو زہریلی فضاء اور وبائی ماحول سے نجات دے کر انہیں معطر اور خوش گوار ماحول بخشتا ہے۔ اور اتباع سنت ہی سے انسان ولایت کی بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے اگر تم کسی شخص کی کھلی کھلی کرامت دیکھو یہاں تک وہ ہوا میں اڑنے لگے تب بھی اس سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اس کی بزرگی و ولایت کی اس وقت تک معتقد نہ ہو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ وہ متبع سنت ہے کہ نہیں۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز اطاعت رسول میں پوشیدہ ہے۔ اور سنت رسولؐ ہی ہماری ترقی کا ضامن ہے۔

مگر افسوس صد افسوس آج سنت کی اہمیت سے ناواقف ہو کر مسلمان خوبی و کمال کا معیار یورپ و اغیار کے طور و طریق کو سمجھ رہے ہیں، دینی تعلیم کی بنسبت عصری تعلیم کو اس لیے پسند کیا جا رہا ہے کہ مغرب میں اسی کا رواج ہے۔ لباس خلافِ شرع اس لیے پسند ہے کہ مغرب کی تزین یہی ہے، سول سوسائٹی کا درس اسلیے دیا جا رہا ہے کہ مغرب اسی کا غلام ہے، سود خوری اسلیے ذریعہ معاش ہے کہ یورپ اس کے ذریعے سے ترقی کر رہا ہے۔

لیکن یہ سب ہمارے مرعوب دماغوں کا فاسد استدلال ہے، حالانکہ اگر آج بھی ہم اس بڑے ''امینؐ'' کے نقش قدم پر چلتے تو ہم میں پستی اور ناکامی کا گزر نہ ہوتا۔

چونکہ آنحضرتؐ نے خود عمل کر کے دکھلایا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عملی زندگی

کو مسلمانوں کیلیے بہترین نمونہ قرار دیا، ارشاد ربانی ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَومَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیراً (الاحزاب/۲۱)	بے شک تمہارے لیئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (سیرت وسنت میں) بہترین نمونہ ہے (اور خصوصاً اس شخص کیلیے جو) اللہ اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔

سنت کا لغوی معنی ہے طریقہ، راستہ کے ہیں۔ اور اصطلاحی تعریف علماء کرام نے یوں بیان فرمائی ہے

السنة ماواظب عليه النبی صلی الله عليه وسلم اوالخلفاء الراشدون،	سنت نام اس چیز کا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدینؓ نے ہمیشگی کی ہو۔ (فتوىٰ شامیہ)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی کامیابی کی ضمانت دی ہے جو اللہ کے احکام اور اس کے رسولؐ کی سنتوں پر کاربند ہوں۔ ارشاد باری عزوجل ہے

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ، (النساء/۱۳)	یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کو باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

سنت رسولؐ پر عمل کرنے والا شخص اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ کر جنت میں داخل ہوتا ہے اور خلاف سنت، بدعات اور بری رسومات کے پیچھے دوڑنے والا شخص دونوں جہاں ناکام نامراد اور خسارہ والا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اَیُّہَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّتِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ	لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہیں جنت سے قریب کرے اور دوزخ کی آگ سے دور کر

النَّارِ اِلَّاقَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اِلَّاقَدْ نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ.... (والحدیث بطوله کذا فی مشکوٰۃ عن ابن مسعودؓ)

دے علاوہ اس چیز کے جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہیں دوزخ کی آگ سے قریب کرے اور جنت سے دور کرے سوائے اس چیز کے جس سے میں نے تمہیں منع کیا ہے۔

چنانچہ ہمارے اکابر ہمہ وقت اپنے اعمال کو قرآن وسنت کی کھسوٹی پر پرکھتے تھے کہ کھرے ہیں یا کھوٹے۔

حضرت ابوسلیمان دارائیؒ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے قلب میں معارف و حقائق اور علوم صوفیاء میں سے کوئی خاص نکتہ وارد ہوتا ہے اور ایک زمانہ تک وارد ہوتا رہتا ہے۔ مگر میں اس کو دو عادل گواہوں کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ دو عادل گواہ کتاب اللہ اور سنت (رسولؐ) ہیں۔ (کشکول/۷۶)

حضرت ابوحفص حدادؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر وقت اپنے افعال واحوال کو کتاب وسنت کے میزان میں وزن نہیں کرتا.... اس کو مردان راہ تصوف میں شمار نہ کرو۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ وصول الی اللہ کے جتنے راستے عقلاً ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب بجز اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق پر بند کر دیے گئے ہیں

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ جو شخص بھی قرآن وسنت پر عمل کریگا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا، ارشاد نبویؐ ہے۔

عن مالك بن انس رضی الله عنه قال قال رسول لله صلی الله علیه وسلم تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّکْتُمْ بِهِمَاکِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِ رَسُوْلِهٖ" (الموطا للامام مالك)

میں نے دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ دی ہیں جب تک ان دونوں پر عمل پیرا رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

پس جس مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو خواہ عبادات ہوں یا معاملات، سب میں سنت

نبوی ﷺ کی جھلک ہو تو رب العلمین ایسے متبع سنت شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ... (هو جزء الحديث رواه الترمذی)

جس شخص نے حلال اور سنت کے طریقے پر عمل کیا۔ اور اس کی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ایک اور حدیث وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ، (هو بعض الحديث رواه الترمذی)

جس شخص نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا، اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

سنت نبوی میں نہ صرف آخرت کا نجات اور فلاح ہے بلکہ اس نقدی دنیا میں بھی کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے

من حفظ سنتی اکرمه الله باربع خصالٍ، المحبة فی قلوب البورة و الهيبة فی قلوب الفجرة والسعة فی الرزق والثقة فی الدين ، (رواه اهل السنن)

جو شخص بھی میری سنتوں پر عمل پیرا ہو، اللہ تعالیٰ چار چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرمائیں گے۔ نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیگا اور فاجر لوگوں کے دل میں اس کا رعب ڈال دیگا، اور اس کے رزق میں برکت ڈال دیگا، اور دین میں اس کو مضبوطی عطا فرمائے گا۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ صورت کا اثر سیرت پر ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اسی لیے اسلام میں اپنی شکل وصورت اور لباس کو انبیاء وصلحاء کی شکل وصورت اور لباس کی طرز پر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں

سیر کی روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کیلیے جادوگروں کو جمع کیا تو وہ لوگ اسی لباس میں آئے تھے جو حضرت موسیٰؑ کا لباس تھا۔ آخر مقابلہ ہوتے ہی سارے جادوگر مسلمان ہوگئے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یا الٰہی یہ سامان فرعون کے

اسلام لانے کیلیے ہوا تھا۔ کیا سبب ہوا کہ اس پر تو فضل نہ ہوا اور ساحرین کو ایمان کی توفیق ہوگئی؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ یہ تمہاری سی صورت بنا کر آئے تھے ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں۔ اس لیے ان کو توفیق ہوگئی اور فرعون کو چونکہ اتنی مناسبت بھی نہ تھی اس لیے اس کو یہ دولت نصیب نہ ہوسکی۔ (امثال عبرت/ص ۱۵)

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ''اے بشر! تم جانتے ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے سب اقران پر فوقیت وفضیلت کس سبب سے دی ہے'' میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں واقف نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سنت کا اتباع کرتے ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو اور میرے صحابہ اور اہل بیت سے محبت رکھتے ہو۔ (کشکول ص ۱۷)

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک جنازہ لے چلا۔ میت کو دفن کر کے قبر کے پاس بیٹھا دیکھا کہ قبر سے ایک آدمی نکلا جو خوبصورت چہرہ والا تھا اس سے خوشبو آتی تھی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں رسول اللہؐ کی سنت ہوں۔ مجھ پر اس میت نے عمل کیا میں دنیا میں اس کی حفاظت کرتا رہا اور قبر میں اس کے واسطے نور ہوں گا، اور اس کا دوست ہوں گا اور قیامت کے دن اس کو جنت میں داخل کر دوں گا۔

(اخرجہ الکانی فی السنۃ)

جدید سائنس بھی سنتوں کی افادیت کا معترف ہے

قال اللہ تعالیٰ ﴿هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ ، وَاِنْ کَانُوْ امِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الجمعه /۲)

وعن مالک بن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ' تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِ رَسُوْلِهٖ'' (الموطا للامام مالک)

اسلام ایک دین فطرت ہے اُس کی تعلیمات حکمت سے بھری ہوئی ہیں۔

فطرت کبھی بھی انسان کے برعکس نہیں، یہ بھٹکا ہوا انسان جب ہر طرف سے دنیا کی عیاشیوں میں پھرتا پھراتا واپس فطرت کی طرف لوٹ آتا ہے تو فطرت اللہ پھر اسے وہی لطف اور فائدہ دیتی ہے جسے چھوڑ کر وہ خلاف فطرت چمکنے والے دھوکے کی طرف بھاگا تھا۔ اسی لیے فطرت سے باغی انسان خلاف فطرت کے ظلمتوں میں ہاتھ پھیر مارنے کے بعد پھر سے فطرت کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چنانچہ عصر حاضر کے سائنس دان اور عصری علوم کے ماہرین پھر سے سائنسی علوم کو کھنگال رہے ہیں۔ مغربی سائنس، ماہرین طب اور ماہر نفسیات نے مل کر اسلامی زندگی پر تحقیق کا نیا باب کھولا ہے۔ کیونکہ مغرب فحاشی، اور بے راہ روی کے دلدل سے نکلنا چاہتا ہے اور وہ یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ نجات کا راستہ کامل انسان، انسانوں میں سب سے بڑے عقلمند ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی بتلایا ہے کہ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ حضور امت کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں گے۔

اس لیے تو آج سائنس کی دنیا حضور کی سنتوں میں وہ حکمتیں ڈھونڈ رہی ہے جو حکیم اعظم ﷺ نے ہزاروں سال پہلے نہ بتلائے بلکہ کر کے دکھلائے ہیں۔

بس ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سنت رسول عربی ﷺ خلاف فطرت ہے یا عین فطرت ہے؟ سنت ہماری ترقی کے راہ میں رکاوٹ ہے یا عروج ہے؟ سنت کا مستقبل تاریک ہے روشن؟ سنت ہمیں پتھر کے زمانے کی طرف لے جا رہی ہے یا جدید ترقی سے

قریب کر رہی ہے؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں۔

مثلاً خوشبو لگانا آپ کی سنت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حُبِّبَ الَیَّ مِنْ دُنْیَا کُمْ ثَلَاثَۃٌ مجھے دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں
اَلطِّیْبُ والنِّسَاءُ وقُرَّۃُ عَیْنِی فِی ۔خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک
الصَّلٰوۃِ، (منبہات ابن حجر) نماز میں ہے۔

خوشبو کا اثر زندگی پر بہتر انداز سے پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی جگہ جائے جہاں ہر طرف خوشبو کا مہک ہو تو طبیعت میں کتنی چین و فرحت محسوس کرے گا۔

اطباء نے لکھا ہے کہ ریحان کی خوشبو جذبات کی تیزی کو معتدل (نارمل) کرتی ہے ۔ اسی طرح عود اور مشک کی خوشبو اعصاب میں نشاط اور تحریک پیدا کرتی ہے۔ ان خوشبوؤں کو لگانے والا ہمیشہ چست اور حاضر دماغ رہتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اکثر مشک کا استعمال فرماتے۔

کیمیکل اور زہریلے مرکبات کے بعد آج سائنس پھر سے فطرت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ان فطری قوانین میں سے ایک سادہ طریقہ علاج پرفیوم تھراپی ہے۔ جرمن کے ڈاکٹر ایلف نے اس طریقہ علاج کو عام کیا جس کے طفیل ہزاروں لوگ صحت یاب ہوئے۔

مثلاً ایک سنت نکاح ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النکاح من سنتی نکاح میری سنت ہے۔ پھر آپؐ نے نکاح کے فائدے بیان فرمائے لم ترٰی للمتحابین مثل النکاح (اے مخاطب) تو نے نکاح کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہوگی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی حکمت چودہ سو سال پہلے بیان فرمائی، آیئے دیکھتے ہیں کہ موجودہ سائنس کیا کہتی ہے۔

ماہرین تحقیقی مشاہدات کے بعد ان نتائج تک پہنچے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسلسل ذہنی دباؤ اور تناؤ کا شکار ہو تو اس کا جسم مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان امراض میں زیادہ

تر دل کا درد، السر اور ہائی بلڈ پریشر شامل ہیں۔ مگر وظیفہ زوجیت ذہنی دباؤ اور تناؤ کو کافی حد تک کم کرتا ہے۔ کیونکہ اس عمل سے انسانی جسم مکمل آرام کی حالت میں آجاتا ہے۔ اسی جدید طبّی تحقیق کے بعد دل کے نوجوان مریضوں کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر وہ زیادہ عرصہ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو شادی میں تاخیر نہ کریں۔

سائنس کہتی ہے کہ خاوند اور بیوی کا اپنے سونے کے کمرے میں ہنسی خوشی آنے مسرور ہونے اور ایک دوسرے کی قربت سے فیض یاب ہونے سے انسانی جسم میں ایک کیمیائی عمل شروع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں انسانی جسم میں ایک کیمیائی مرکب جسے ''اینڈ ورفین'' کہتے ہیں بنتا ہے، اس مرکب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ انسانی جسم کی تمام دردوں کو ختم کرتا ہے۔ جس سے مرد و زن ہشاش بشاش دکھائی دیتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کتنے عظیم دانشور ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو شادی جیسے لازوال علاج کی طرف مائل اور راغب کیا۔ جبکہ یورپ اس فطری نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے حرام کاری کے دلدل میں پھنستا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں بیماریاں، ایڈز، آتشک، سوزاک اور معاشرتی ذلتیں ان میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔

مثلاً ایک سنت مسواک ہے

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيلٍ وَلَا نَهارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَسْتُوكَ قبل اَن يَّتَوَضَّأَ، (رواه ابو داؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دن اور رات میں سو کر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔

مسواک سنت موکدہ ہے۔ اس لیے کہ منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور مسواک کرنے سے منہ صاف ہو جاتا ہے۔ ہر اس لکڑی کا مسواک دانتوں کیلیے موزوں ہے جس کے ریشے نرم ہوں اور مسوڑوں کو زخمی نہ کریں۔ لیکن ان سب سے زیادہ اہم تین قسم کی لکڑی کے مسواک ہیں۔

(۱) پیلو کا مسواک (۲) کنیر کا مسواک (۳) نیم کا مسواک

نیم اور کنیر کی مسواک کڑوی ہوتی ہیں اور دانتوں کے امراض کیلیے بہت مفید ہوتی ہیں ان

کے اندر ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو دانتوں کی مضبوطی، چمک داری اور پائیوریا جیسے مہلک امراض کی روک تھام کیلیے اکسیر اعظم ہیں

برِ صغیر پاک و ہند کے سائنس دانوں نے پیلو کی مسواک پر گہری تحقیقات کی ہیں اور یہ یقین کیا ہے کہ صحتِ دندان اور حفظِ دندان کیلیے اس سے بہتر کوئی شی موجود نہیں۔

تحقیقات کے مطابق

☆ پیلو کی مسواک میں کیلشیم اور فاسفورس ہوتا ہے، اور یہ دونوں دانتوں کی مضبوطی کیلیے اہم غذا ہیں۔

☆ اسی طرح پہلو کے درخت میں قدرتی طور پر فلورائیڈ کافی مقدار موجود ہوتی ہے۔ جو کہ دانتوں کی بوسیدگی کے خلاف موثر ہے۔

☆ اسی طرح پیلو میں موجود سیلکا دانتوں کو چمکانے میں مددگار ہے۔

☆ پیلو میں موجود گندک اپنے جراثیم کُش اثرات کے بدولت منہ کی صحت کی برقراری کیلیے انتہائی اہم ہے۔

اس کے بلمقابل ماہری جراثیم کی برسہابرس کی تحقیق کے بعد یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ برش کا استعمال صحت اور تندرستی کیلیے مضر ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر جراثیم کی تہہ جم جاتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ برش دانتوں کے اوپر کی قدرتی چمکیلی اور سفید تہہ کو اُتار دیتا ہے۔ جو کہ سراسر نقصان ہے۔

مثلاً ایک سنت دائیں کروٹ لیٹ کر سونا ہے

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اٰویٰ الی فِراشہٖ نَامَ علیٰ شِقِّہِ الْاَیْمَنْ، (ریاض الصالحین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کیلیے تشریف لاتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔

آیئے حضورؐ کی اس مبارک سنت کو جدید میڈیکل اور سائنس کی رو سے دیکھتے ہیں

جدید تحقیق سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دل سینہ کے بائیں طرف ہے اور اگر آدمی بائیں طرف لیٹ جائے تو مندرجہ ذیل عوارضات کا قوی خطرہ ہوتا ہے۔

☆ بائیں طرف لیٹنے سے معدہ اور آنتوں کا بوجھ دل پر پڑتا ہے۔ جس سے دوران خون اور حرکت دل میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے امراض دل پیدا ہو جاتے ہیں۔

☆ دائیں طرف سونا دل اور معدے کے امراض سے بچاتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلسل بے ہوشی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

بمبئی ہسپتال کے ڈاکٹر ''کرشن لال شرما'' کا کہنا ہے کہ جن مریضوں کو مسلسل دائیں کروٹ سلایا گیا وہ مریض بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔ اور جن مریضوں کو بائیں کروٹ سونے دیا گیا وہ مریض بے چین ہی رہے۔

مثلاً ایک سنت عمامہ باندھنا ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه، (رواه الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں مونڈوں کے درمیان ڈالتے۔

ایک روایت میں ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے قوۃ برداشت بڑھ جاتا ہے۔ (فتح الباری)

صدیوں قبل آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور موجودہ سائنس اب تحقیق کر رہی ہے۔ فزیالوجی کی ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی اور عظلاتی نظام درست اور منظم رہے گا۔ اور ایسا پگڑی کے شملہ میں ممکن ہے۔

☆ اس کے علاوہ درد سر کیلیے پگڑی بہت مفید ہے۔

☆ پگڑی کا شملہ نچلے دھڑ کے فالج سے بھی بچاتا ہے۔ کیونکہ پگڑی کا شملہ حرام مغز کو سردی وگرمی کے تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ پگڑی دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے کیلیے عجیب الاثر ہے۔

یہ بطور نمونہ مشتِ از خروار ہم نے چند مثالیں پیش کیں۔

آخری گزارش یہ ہے کہ عمل سے مطلوب اتباع سنت ہو نہ کہ اتباع سائنس، یعنی ذہن میں یہ بات پختہ ہو کہ سنت پر عمل اس لیے نہیں کر رہا ہوں کہ اس کا دنیاوی اور سائنسی فائدہ ہے بلکہ مطلوب ثواب کی امید اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو۔

بدعت اور خلاف سنت کے نقصانات

قال اللّٰہ عزوجل ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء / ١٤)

وقال علیه السلام وایاکم ومحدثات الامورفان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة، (وهو جزء الحدیث رواه ابوداء ود)

سنت کہتے ہیں طریقہ کو، اور اسلامی اصطلاح میں سنت سے طریقہ نبویؐ مراد ہے پس عقائد، اخلاق معاملات اور عادات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ اپنایا ہے وہ سنت ہے اور اسی طرح خلفاء راشدینؓ کی سنت بھی سنت نبوی کا حکم رکھتی ہے۔ اسلیے کہ آنحضرتؐ نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدینؓ کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں

علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المهديين تمسكوبها وعضوا عليها بالنواجذ، (والحديث بطوله رواه الترمذی)

تم پر لازم ہے کہ میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم جانو، اور اسی طریقے پر بھروسہ کرو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو۔

سنت کے خلاف بدعت ہے اور بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ جو چیز جو عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین رحمھم اللہ کے زمانے میں معمول اور مروج نہ رہی ہو اس کو دین کی بات سمجھ کر کرنا "بدعت" کہلاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں جو چیز خلاف سنت ہو وہ بدعت ہے۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک اعتقادی بدعت، دوسرا عملی بدعت۔ اعتقادی بدعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ ایسے عقائد ونظریات رکھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کے خلاف ہوں۔ اور عملی بدعت یہ ہے کہ بعض ایسے اعمال اختیار کئے جائیں جو سلف صالحین سے منقول نہیں۔

تو بدعت ہے راہ سنت کو چھوڑنا، اور راہ سنت چھوڑنے سے انسان شیطان کے مکروفریب کا شکار ہوتا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کی اہمیت کو دل میں بٹھانے

کیلیے مثال دے کرامت کو سمجھایا کہ خبردار اگر اس راہ سنت سے تمہارے قدم اُکھڑ گئے تو شیطانی راہوں پہ چل کر منزل کو کھو دو گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال خط لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم خطاً ثم قال هٰذا سبیلُ الله ثمّ خطّ خطُوطاً عن یمینه وعن شماله وقال هٰذا سُبُلٌ وعلیٰ کُلّ سبیلٍ منها شیطان یدعوالیه وقرَء وان هٰذا صراطی مستقیماً فاتّبعوه، (روا النسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا لکیر کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچے اور فرمایا یہ متفرق راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہے جو اس راستے کی طرف بلاتا ہے۔

راہ سنت کے علاوہ ہر راستہ کسی نہ کسی شیطان کی راہ ہے۔ پس کوئی شیطان سود کی طرف بلاتا ہے، کوئی ظلم کی طرف بلاتا ہے، تو کوئی جھوٹ وغیبت کی طرف تو کوئی شرک وبدعت کی طرف انسانوں کو کھینچ کے لے جارہا ہے۔

جو لوگ آج دنیا میں سنت رسول کو چھوڑ کر رسم ورواج، بدعات اور خواہشات کی زندگی بسر کررہیں ہیں وہ کل قیامت میں حوض کوثر سے پانی نہیں پی سکتے۔ بلکہ انہیں حوض کوثر تک آنے بھی نہیں دیا جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا استقبال کروں گا۔ جو شخص بھی میرے پاس سے گزرے گا وہ اس حوض کا پانی پیے گا۔ اور جو شخص بھی اس کا پانی پیے گا وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا۔ وہاں میرے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے [اعرفهم ویعرفونهم] جنہیں میں پہچان لوں گا اور وہ لوگ مجھے پہچان لیں گے۔ لیکن میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کردی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ لوگ تو میرے اپنے ہیں۔ مجھے بتایا جائے گا۔

انك لاتدری ما احدثوا بعدك، آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا کیا نئی باتیں یعنی بدعات ورسومات پیدا کی تھیں۔ میں کہوں گا وہ لوگ مجھ سے دور

ہوں دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین وسنت میں تبدیلی کی۔

ایک اور حدیث میں کہ

عن عثمان بن معظونؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ”یاعثمان !الا ترغب عن سنتی فمن رغب عن سنتی ثم مات قبل ان یتوب ضربت الملئکة وجهه عن حوضی یوم القیمة“

آنحضرتؐ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ سے ارشاد فرمایا اے عثمان! میری سنت سے منہ نہ موڑنا، جس نے میری سنت سے منہ موڑا پھر توبہ کرنے سے پہلے مر گیا تو قیامت کے دن فرشتے اس کے چہرے کو میرے حوض سے مار مار کر پھیر دیں گے۔

(البدور السافرۃ فی امور الاخرۃ)

اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

الاقتصاد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة ،

سنت کے موافق تھوڑا عمل کرنا بدعت کے بڑے بڑے مجاہدہ سے بہتر ہے۔

اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں

لایصلح قول الابعمل ولایصلح قول ولاعمل الا بنیة ولایصلح عمل ولانیة الا بالسنة ،

کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں اور کوئی قول وعمل صحیح نیت بغیر درست نہیں ہوسکتا اور کوئی صحیح عمل اور نیت بغیر اتباع سنت کے درست نہیں۔

سنتوں سے منہ پھیرنے والوں کا انجام

”اہوال القیامۃ“ نامی کتاب میں علامہ زین الدین بن رجبؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص آیا جو کفن چور تھا مگر اب اس قبیح حرکت سے باز آچکا تھا اور توبہ کرکے نیکی کی زندگی گزار رہا تھا۔

حضرت علامہ زین الدینؒ نے اس سے پوچھا تم مسلمانوں کے چراتے رہے۔ تم نے مرنے کے بعد (قبر میں) ان کی حالت دیکھی ہے یہ بتاؤ کہ جب تم نے ان کے چہرے کھولے تو ان کا رخ کس طرف تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اکثر کے چہرے قبلہ کے رخ سے پھرے ہوئے تھے۔ حضرت زین الدینؒ کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ دفن کرتے وقت تو

مسلمان کا چہرہ قبلہ رخ کیا جاتا ہے۔

انہوں نے امام اوزاعیؒ سے اس بارے میں پوچھا تو امام اوزاعیؒ نے پہلے تین بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، پھر فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی زندگی میں سنتوں سے منہ پھیرنے والے تھے۔ (خزینہ/۱۹۲)

بادشاہ وقت عبدالملک، ولید اور سلیمان کا حلیہ قبر میں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خلافت سے قبل بڑی تعیش کی زندگی گزاری مگر خلافت کے دو سال دو ماہ نہایت تقویٰ، اتباع سنت اور خدمت خلق میں بسر کی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت رجاء کو بلایا اور کہا رجاء میں نے عبدالملک کو قبر میں رکھا تو اس کا چہرہ قبلہ رخ سے پھر چکا تھا اور رنگ کالا سیاہ ہو چکا تھا۔ پھر ولید کو قبر میں رکھا تو میں نے اس کے کفن کی گرہ کھول کر دیکھا اس کا چہرہ قبلے سے ہٹ چکا تھا ۔ اور رنگ سیاہ کالا ہو چکا تھا۔ پھر میں نے سلیمان کو قبر میں رکھا (جو بنو امیہ کا خوبصورت ترین انسان تھا) اور اس کی گرہ کھولی تو اس کا چہرہ قبلے سے ہٹ چکا تھا اور کالا سیاہ ہو چکا تھا۔ اب میں جا رہا ہوں مجھے دیکھ لینا میرے ساتھ کیا ہوگا۔ علماء کرام نے لکھا ہے ان کا حال اللہ تعالیٰ نے قبر میں جانے سے پہلے دکھلایا۔ جب ان کی میت کو لحد کے قریب کر دیا تو ہوا کا ایک جھونکا آیا اور ایک پرچہ گرا۔ پرچے کو اٹھا کہ دیکھا گیا تو اس پر لکھا ہوا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .... براءۃ من اللہ لعمر بن عبدالعزیز من النار، یہ عمر بن عبدالعزیز کی جہنم سے نجات کا پروانہ ہے۔

رجاءؒ فرماتے ہیں جب (قبر میں) میں نے کفن کھولا اور چہرہ دیکھا تو منہ قبلے کی طرف تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے چودھویں رات کے چاند کے ٹکڑے کو کاٹ کر قبر میں دیا گیا ہو۔

(از خطبات حضرت مولانا طارق جمیل زید مجدہ)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں طریقہ محمدیؐ ہی چلتا ہے۔

غیروں کی پیروی سے ممانعت

قال اللہ تعالیٰ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوالَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّیْ وَعَدُکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْکَفَرُوْابِمَاجَآءَ کُمْ مِنْ الْحَقِّ﴾ (الممتحنۃ/۱)

عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده انّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ”لیس منا من تشبه بغیرنا لاتشبّھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ فانّ تسلیما الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالکف“ (رواہ الترمذی) .

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں جو پچھلی شریعتوں میں تھیں ۔ تمدنی ضرورتیں، ثقافتی رنگ ورونق، تہذیبی رسم ورواج کہیں بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی ۔ خود ذات باری تعالیٰ کا ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ۔

احکامی مسائل، معاشی بود باش، معاشرتی رہن سہن، پوشاک ولباس کا جو موزون ومفید طریقہ تھا اس کی تعلیم فرمائی، تاکہ غیر اقوام کی طرف مائل ہونے کی ضرورت ہی نہ پڑے ۔

چونکہ اسلام آیا ہی گمراہی وظلمتوں سے نکالنے اور اخلاقی برائیوں کو مٹانے اور زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کو پامال کرنے اور منحرف وخود ساختہ مذاہب کے غلط طریقوں کے مقابلے میں عمدہ اور صحیح طریقہ تعلیم دینے کیلیے اسی لیے اس میں اخلاقی وسعتوں کے باوجود غیر مذاہب کی طرف رجحان وغیر مسلم ثقافتوں میں دلچسپی اور غیر مسلم اقوام کے رسم ورواج، وضع قطع اپنانے سے شدید ممانعت ہے ۔ خصوصاً ان لوگوں کے طریقہ ورسومات بد سے دور رہنے کی بڑی تاکید ہے جو روزِ اوّل سے اسلام کی دشمنی میں کمر کس چکے ہیں جن کو خود اللہ عزوجل نے اپنے اور اپنے رسولؐ اور اسلام اور اہل اسلام کا شدید ترین دشمن قرار دیا ہے ۔

اسلام اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود سورہ مائدہ میں دیا

ولتجدن اشدالناس عداوۃً للذین اٰمنواالیہود والذین اشرکوا،

تمام لوگوں سے زیادہ مسلمانوں سے دشمنی رکھنے والے تم یہود اور مشرکین کو پائیں گے۔

ایک اور مقام پر فرمایا

ولن ترضیٰ عنك الیہود ولا النصریٰ حتیٰ تتّبعَ ملّتهم، (البقرہ)

اور ہرگز یہ یہود ونصاریٰ آپ سے راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ آپ اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [الکفر ملت واحدۃ] تمام دنیا کا کفر ایک ہی مذہب وملت ہے

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی تعین فرمائی کہ وہ یہود ونصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیروی سے بھی ممانعت فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

یاایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ وقد کفروا بماجائکم من الحق، (الممتحنۃ/۱)

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔ حالانکہ تمہارے پاس جو دین آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف میں وارد ہے۔

عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جدہٖ رضہ انَّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منا من تشبه بغیرنا لاتشبہوا بالیہود ولا بالنصاریٰ فانَّ تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالاکف“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے۔ (پھر فرمایا) یہود ونصاریٰ کی مشابہت مت کرو۔ یہود کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے۔ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی کے اشارہ سے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من تشبه بقوم فهو منهم ، جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کُسم میں رنگے ہوئے دو کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا

''اِنَّ هٰذه من ثياب الكفار یہ کافروں کا لباس ہے۔ تم ان کو نہ پہنو۔ فلاتلبسها''(رواه مسلم)

نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا [فاطرحهما عنك] کہ اُن کپڑوں کو اپنے سے دور پھینک دو۔ (حضرت عمرو بن العاصؓ) فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، کہاں پھینک دوں، تو آپؐ نے فرمایا ''فی النار'' آگ میں پھینک دو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے گندے لباس اور گندے اطوار سے اتنی نفرت تھی۔

(فائدہ) حدیث کے الفاظ بہت جامع ہیں کہ مشابہت خواہ افعال واطوار میں ہو، خواہ لباس وپوشاک میں ہو، خواہ اکل وشرب میں ہو، خواہ رہن سہن میں ہو یا بول چال میں سب سے ممانعت ہے۔ پس جو شخص کسی بھی عمل میں مشابہت اختیار کرے گا تو وہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے زمرے میں آئے گا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر اقوام کے طریقے اور رسومات مسلمانوں کیلیے سمِ قاتل ہیں۔ جس سے مسلمانوں کے دین ودنیا دونوں تباہ ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی حصول عبرت کیلیے چند عبرتناک واقعات پیش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے

لقد كان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب یعنی ان کے قصے میں سمجھ داروں کیلیے عبرت ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔ ایک قصہ مجھے یاد آیا ایک بزرگ تھے وہ ہولی کے دن باہر نکلے تو ہندوں کی ہر چیز رنگین پایا حتیٰ کہ جانوروں کو بھی۔ راستے میں ایک گدھے پر نظر پڑی ہنسی میں کہنے لگے تجھ کو کسی نے نہیں رنگا۔ اور یہ کہہ کر اس پر پان پیک ڈال دی۔ مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو حال پوچھا۔ فرمایا کہ اس پیک ڈالنے پر مواخذہ ہوا کہ

اس کو ہولی کھیلنے والوں کے ساتھ لے جاؤ۔ تشبّہ ایسی چیز ہے۔

(اصلاح اعمال۔ ص/۵۶۴)

ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔ میں نے مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ سے سنا فرمایا کہ.... شیخ دہّان نے جو مکہ مکرمہ میں ایک بڑے عالم تھے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک عالم کا انتقال ہوا اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد کسی دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو وارثوں نے ان عالم صاحب کے قبر میں ان کو دفن کرنا چاہا (جیسا کہ مکہ مکرمہ میں دستور ہے) چنانچہ ان عالم کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ عالم کی لاش کے بجائے ایک نہایت حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے اور صورت سے وہ لڑکی یورپی معلوم ہوتی تھی۔ سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتفاق سے اس مجمع میں ایک یورپی شخص بھی موجود تھا۔ اس نے جب لڑکی کی صورت دیکھی تو کہا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں یہ فرانس کی رہنے والی ہے اور عیسائی کی بیٹی ہے، یہ مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور در پردہ مسلمان ہوگئی تھی۔ اتفاق سے وہ انتقال کرگئی۔ لوگوں نے کہا اس کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ وہ مسلمان اور نیک تھی۔ لیکن عالم کی لاش کہاں گئی۔ لوگوں نے اس سیاح سے کہا کہ تم حج سے واپس ہو کر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کر ذرا دیکھنا کہ اس مسلمان عالم کی لاش ہے یا نہیں۔ اور کوئی صورت شناس بھی ساتھ کر دیا۔

چنانچہ وہ شخص یورپ چلا گیا اور لڑکی کے والدین سے اس کا حال بیان کیا۔ اُن کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکی کو دفن کیا جائے فرانس میں اور تم اس کی لاش دیکھو مکہ مکرمہ میں۔ اخیر رائے یہ قرار پائی کہ لڑکی کی قبر کھودو چنانچہ اس کے والدین اور چند لوگ اس حیرت انگیز معاملہ کی تفتیش کیلیے قبرستان چلے اور لڑکی کی قبر کھودی گئی تو واقعی اس کے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اس کی بجائے وہ مسلمان عالم مُقطّع صورت میں وہاں دھرے ہوئے تھے جن کو مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا تھا۔ شیخ دہان نے فرمایا کہ اس سیاح نے کسی ذریعہ سے ہم کو اطلاع دی کہ اس عالم کی لاش یہاں فرانس میں موجود ہے۔ اب مکہ مکرمہ والوں کو فکر ہوئی کہ اس عالم کا مکہ مکرمہ سے کفرستان میں پہنچ جانا کس بنا پر ہوا۔

چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے اور دریافت کیا کہ تیرے شوہر میں اسلام کے خلاف کوئی بات تھی؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں وہ بڑا نمازی اور قرآن پڑھنے والا اور تہجد گزار تھا۔ لوگوں نے کہا سوچ کر بتلاؤ کیونکہ اس کی لاش دفن کے بعد مکہ مکرمہ سے کفرستان میں پہنچ گئی ہے۔ اس پر بی بی نے کہا ہاں میں اس کی ایک بات پر ہمیشہ کھٹکتی تھی وہ یہ کہ جب وہ مجھ سے مشغول ہوتا اور فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) کے مذہب میں یہ بات بڑی اچھی ہے کہ ان ہاں غسل جنابت فرض نہیں۔ لوگوں نے کہا بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے اس کی لاش مکہ مکرمہ سے اسی قوم کی جگہ پھینک دی جن کے طریقے کو وہ پسند کرتا تھا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

استحسان کفر کفر ہے (یعنی کفر کو پسند کرنا کفر ہے۔ آگے فرماتے ہیں) یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے مگر اللہ تعالیٰ کہیں ایسا بھی کر کے دکھلا دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو کہ بدحالی کا نتیجہ ہے۔ (ذکر و فکر ص ۴۱۵)

کفر اور اہل کفر سے دوستی کے باعث دل میں ظلمتیں پیدا ہوتی ہیں

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادگان کے نام ایک طویل گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔)

''فقیر ایک مرتبہ ایک شخص کی بیمار پرسی کیلیے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچ گیا تھا جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے قلب (دل) پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ہر چند ان ظلمتوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ظلمتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں جو بڑی توجہ سے بھی دور نہیں ہو سکتی۔ (مکتوبات ربانی ج ۱ ص/۴۸۳)

مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرہ)

عن انس بن مالك رضى اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه وسلم ''اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِىْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' (حياة الانبياء للبيهقى)

تمام اہل سنت والجماعت، مفسرین، محدثین، متکلمین اور فقہاء امت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیاتِ دینوی سے کم نہیں۔ اور وہ حضرات اپنی اپنی قبروں میں تلذذاً نماز وعبادات میں مشغول ہیں۔ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات میں کسی کا اختلاف نہیں اور امت کے ہر طبقہ میں ان کو تسلیم کیا گیا ہے اس لیے امام سیوطیؒ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں

ان من جملةِ ما تواتر عن النبى صلى الله عليه وسلم حياة الانبياء فى قبورهم، (النظم المتنافر كذا فى شرح البوسنوى)

جو عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر پہنچے ہیں ان میں سے انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں بجسدہٖ حیات ہونا ہے۔

امّت کا یہ اجتماعی عقیدہ اصول شریعت کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ادلّہ ثلاثہ پیش خدمت ہیں

عقیدہ حیاتِ انبیاء قرآن مجید میں

قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر حیات انبیاء کا ثبوت (اشارۃً، دلالۃً) ملتا ہے۔ اختصار کی غرض سے ایک آیت شریفہ کے ذکر پر اکتفاء کر رہا ہوں

ارشاد باری تعالیٰ ہے سورہ البقرہ / ۱۰

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

جو لوگ اللہ کے راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں محسوس نہیں ہوتا

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"جب نقل کے اعتبار سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام تو شہداء سے بہر حال افضل ہیں۔"

غور فرمائیں! حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے دلالۃ النص (یعنی درجہ اَولویّت) سے حیات الانبیاء کو ثابت فرما رہے ہیں۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ لسلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں بیان فرمایا

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز
مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے
تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ (السبا/ ١٤) کہ وہ (سلیمان علیہ السلام کے) عصاء کو کھاتا تھا۔

اس ایت سے بھی بطور دلالۃ النص حیاتِ انبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب کیڑے نے مضبوط اور سخت عصاء سلیمانی کو کھا لیا تو جسم عنصری کا کھا لینا اس سے کہیں آسان تھا۔ اس کے باوجود جسم کا محفوظ رہنا حیات کی واضح دلیل ہے۔

حیاتِ انبیاء احادیث شریفہ کی روشنی میں۔

عن انس رضی الله عنه "الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
فی قبورهم یصلون" (حیات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز میں
الانبیاء للبیهقی) مشغول ہیں۔

مقصد یہ کہ انبیاء کرام کے اجسام مطہرہ اگرچہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغول عبادت ہیں، اعمال حیات اور اشغالِ زندگی بدستور جاری ہیں اور اعمال میں نماز کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ نماز انبیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ غرض یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں ایک

فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیَّ الصلوٰة فیه فانَّ صلوٰتکم معروضة عليَّ ،قالوا کیف صلاتنا علیك وقد ارمتَ؛ قال ان اللّٰه حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء '' (رواه ابوداود قال ابن حجر وصححه ابن خزیمة وقال لنووی اسناده صحیح)

جمعہ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ اولیٰ ہوگا اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہوگا۔ پس تم جمعہ کے دن بکثرت مجھ پر درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا (حضور!) کس طرح ہمارا درود آپ پر پیش ہوگا حالانکہ وفات کے بعد آپ کا جسم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ حیات سے مراد حیات جسمانی ہے۔ اس لیے کہ اگر فقط روح مبارک پر درود وسلام کا معروض ہونا مراد ہوتا تو صحابہ کرام کیوں یہ سوال کرتے (قَدْ اَرِمْتَ) کہ آپ کا جسم مبارک تو بوسیدہ ہوجائے گا۔ ورنہ آپؐ جواب میں یہ فرمادیتے کہ تمہیں جسم سے کیا بحث تمہارا درود وسلام میری روح پر پیش ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً بلغته '' (کنزالعمال /ص ۴۹۲)

جو شخص میری قبر کے قریب مجھ پر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں۔ اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک (بذریعہ فرشتہ) پہنچا دیا جاتا ہے۔

ان تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادت سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں۔ اسی لیے علماء کرام نے لکھا ہے کہ زائر جب روضہ اطہر کے قریب پہنچے تو نہایت ہیبت اور تعظیم سے حاضر ہو گویا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہا ہے اور یہ تو متحقق

ہے کہ حضورؐ اس کا سلام سن رہے ہیں۔ اور نہایت خشوع وخضوع اور ادب واحترام کے ساتھ یہ پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ، (فضائل درود شریف ص/۳۳)

اس موضوع پر چند مستند واقعات ملاحظہ فرمائیں

(۱) شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو فرماتے

لقد أذيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبره، (طبقات الشافعيه)
تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایذا پہنچائی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات کے دیوار میں کسی میخ اور کیل ٹھوکنے کی آواز حجرہ نبویؐ تک پہنچتی تو آپؓ فورا اس کے پاس یہ کہلا بھیجتیں کہ

لاتئذوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، (سیرۃ المصطفی ج۳ص ۱۴۱)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مت پہنچاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کے کواڑ بنوائے تو یہ حکم دیا کہ یہ کواڑ مدینہ سے باہر جا کر بنائیں تاکہ ان کے بنانے کی آواز مسجد نبوی میں نہ آئے اور اس آواز کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو۔ (زرقانی، شرح مواہب ج۸ص/۳۰۴)

حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

زمہجوری برآمد جان عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　زمحروماں چرا غافل نشینی
بروں آور سر از بُرد یمانی　　کہ روئے تست صبح زندگانی
بدہ دستی زپا افتادگاں را　　بکن دلدارئے دلدارگاں را

یہ اشعار کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہوکر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا

ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی، حضورؐ نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (مولانا جامیؒ) کو مدینہ نہ آنے دیں۔

چنانچہ امیر مکہ نے ممانعت کردی مگر وہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا کہ وہ آرہا ہے۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کیلیے ہاتھ نکلے گا۔ جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔ (فضائل درود شریف)

سید احمد رفاعیؒ مشہور اور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب وہ (۵۵۵ھ) میں زیارت کیلیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چھوما۔

بس محمد رسول اللہ کا مقصد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں درست عقیدہ رکھیں۔ جب روضہ اقدس پر حاضری کی سعادت نصیب ہو تو اسی عقیدہ سے حاضری دیں۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی توفیق میسر ہو تو اسی عقیدہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پیش کریں۔

آنحضرت صلی اللہ پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت

قال الله تعالیٰ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (الاحزاب /٥٦)

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُم عَلَيَّ صَلٰوةً" (رواه الترمذی)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کیلیے محسن اعظم ہیں آپ علیہ السلام کے ہمارے اوپر بے پناہ احسانات ہیں دنیا میں بھی اور برزخ اور آخرت میں بھی۔ اسلیے تمام مؤمنین کیلیے آپ علیہ السلام کی ذات مقدسہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ دنیا کا دستور ہے جب کوئی شخص اپنے محبوب دوست کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ تحفہ لے کر جاتا ہے۔ اگر خود نہیں جارہا بلکہ کوئی دوسرا جارہا ہے تو جانے والے کے ہاتھ ہدیہ بھیجتا ہے۔ اور کائنات کے محسن اعظم کا تحفہ درود شریف ہے۔ اگر قبر مبارک پر حاضر ہو کر پڑھے گا تو جناب اقدس خود سن کر جواب عنایت فرمائیں گے۔ اگر روضہ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکے تو جہاں کہیں بحر و بر فضاء و جنگلات میں پڑھے گا تو اللہ عزوجل کی جانب سے مقرر فرشتے اس تحفہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں پہنچائیں گے۔

درود شریف سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا جاسکے۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (الاحزاب /٥٦) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبرؐ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر خوب درود وسلام بھیجا کرو۔

(فائدہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل اور دعوت وتوحید کی تبلیغ واشاعت میں اور رسوم جاہلیت کو توڑنے میں پوری ہمت و جرائت اور کامل ثبات واستقلال سے کام لیا۔ اور فرشتوں کے سامنے آپ کی مدح وثناء اور عظمت کا اظہار

فرمایا۔ اور امت کو بھی آگاہ فرمایا تا کہ وہ بھی آپؐ کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور آپؐ کو خراج تحسین پیش کریں۔

مذکورہ آیت سے علماء کرام نے ایک مسئلہ استنباط کیا ہے کہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے۔ اور ہر مجلس میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اور ایک مجلس میں کئی مرتبہ آپؐ کا ذکر مبارک آئے تو ہر مرتبہ درود پڑھنا مستحب ہے۔ یعنی باعث ثواب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ''مَنْ صَلیٰ عَلَیَّ صلوٰۃًوَاحِدَۃً صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَصلوٰتٍ وحط عنہ عشرسیِّئاتٍ ورفعہ بھا عشردرجاتٍ''(رواہ النسائی)

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائیں گے۔ اور اس کے دس خطائیں معاف فرمائیں گے۔ اور اس کے دس درجے بلند فرمائیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے

وعن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ ''مَنْ صَلیٰ عَلَیَّ حِیْنَ یُصْبِحُ عَشْراً وَحِیْنَ یُمْسِیْ عَشْراًاَدْرَکَتْہٗ شِفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ '' (فضائل درودشریف/٤٢)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھے صبح کے وقت اور دس مرتبہ درود پڑھے شام کے وقت تو قیامت دن میری شفاعت اُسے ضرور نصیب ہوگی۔

طبرانی شریف کی روایت میں ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے۔ اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سَو (۱۰۰) مرتبہ رحمت بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو (۱۰۰) مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے براٰئة من النفاق وبرآئة من النار ، تو نفاق سے بَری ہے اور تو دوزخ کی آگ سے آزاد ہے۔

قبر مبارک پر حاضر ہونے والے غلام کا درود و سلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سن

کر جواب ارشاد فرما دیتے ہیں۔ اگر کوئی عقیدت مند حاضری کی سعادت سے محروم رہ کر دور سے درود و سلام کا تحفہ بھیجنا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پہنچانے کا زبردست انتظام فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ

عن عبدا للّٰہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم "انّ للّٰہ ملائکۃ سیّاحین فی الارض یبلغونی من امتی السّلام" (رواہ النسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے جو زمین پر سیاحت کرنے والے ہیں جو میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں

اس کے علاوہ درود شریف قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، لَایَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ، (رواہ الترمذی)

کہ دعا اس وقت تک آسمان و زمین کے درمیان معلّق رہتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز بھی اُوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ تم اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجو۔

جس طرح درود شریف پڑھنے پر ثواب ملتا ہے بلکل اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھنے پر وعید بھی آئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ، (رواہ الترمذی)

وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔

ایک اور حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ،

خاک آلود ہو اس کی ناک جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدًا

درود شریف سے متعلق چند واقعات

درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک

ارشادات کے بعد حکایات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رہتی۔ لیکن ہم لوگوں کی کچھ عادت ایسی ہے کہ بزگوں کے حالات سے ترغیب زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اکابرؒ کا دستور حکایت لکھنے کا چلا آرہا ہے۔ اس لیے چند مختصر مگر معتبر واقعات درج کرتا ہوں شاید میرے اور عام خلق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں۔

﴿۱﴾ روضۃ الاحبار میں امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنیؒ سے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ کو بعد انتقال خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا۔ تو فرمایا مجھے بخش دیا اور حکم دیا کہ مجھے تعظیم واحترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں۔ اور یہ سب کچھ ایک درود شریف کی برکت ہے۔ جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا درود ہے؟ فرمایا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ، (حاشیہ الحصن)

﴿2﴾ ابو عبداللہ محمدؒ جو کتاب ''دلائل الخیرات،، کے مؤلف ہیں، کو سفر میں وضو کیلیے پانی کی ضرورت تھی۔ لیکن کنویں میں رسی اور ڈول نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔ ایک لڑکی جو کہ آٹھ سالہ تھی یہ حال دیکھ کر دریافت کیا، جواب ملنے پر کنویں کے اندر تھوک دیا چنانچہ پانی کنارے تک ابل آیا۔

حضرت ابو عبداللہ حیران ہو کر اس کرامت کا سبب پوچھا تو لڑکی نے کہا یہ درود شریف کی برکت ہے۔ جس کے بعد ابو عبداللہؒ نے کتاب ''دلائل الخیرات،، تالیف کی۔

(شرح دلائل الخیرت امام محمد المھدی)

شیخ زروق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مؤلف دلائل الخیرات کی قبر سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی ہے اور یہ سب درود شریف کی برکت ہے۔ (فضائل درود شریف)

﴿3﴾ ایک صاحب نے ابو حفص کاغذی رحمہ اللہ کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کیا معاملہ گزرا۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا میری مغفرت فرمادی مجھے جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمایا۔ پوچھا کیا وجہ ہوئی؟ فرمایا کہ میری پیشی ہوئی تو ملائکہ کو حکم دیا گیا، انہوں نے میرے گناہ اور میرے درود شریف کو شمار کیا تو میرا درود شریف

گناہوں پر بڑھ گیا۔ تو میرے مولیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، اے فرشتو! بس بس آگے حساب نہ کرو اور اس کو میری جنت میں لے جاؤ۔ (بدیع)

﴿4﴾ مواہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کی ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سرِ انگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مومن عرض کرے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں؟ آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھتا تھا میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کیا۔

(حاشیہ حصن)

اللہ جل شانہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے جتنا بھی اخلاص زیادہ ہوگا اُتنا ہی وزن زیادہ ہوگا۔

﴿۵﴾ صوفیا میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جس کا نام مسطح تھا اور وہ اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت بے پرواہ اور بے باک تھا مرنے کے بعد اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی میں نے پوچھا کس عمل سے مغفرت ہوئی۔ اس نے کہا میں ایک محدث کی خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا (یعنی لکھ رہا تھا) استاذ نے درود شریف پڑھا میں نے بھی اس کے ساتھ اُونچی آواز سے درود پڑھا۔ میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے درود شریف پڑھا، حق تعالیٰ شانہ نے اس وقت ساری مجلس والوں کی مغفرت کر دی۔

(بدیع)

بزرگوں کے اس شعر پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں

وَلَنَخۡتِمُ الۡكَلَامَ عَلىٰ وَقۡعَةِ الۡاَسۡرَآءِ بِالصَّلٰوةِ عَلىٰ سَيِّدِ اَہۡلِ الۡاَصۡطِفَآءِ
فللّٰه المنة علىٰ ذلك

آج بروز بدھ/ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ، بمقام خضدار

اللہ کے خزانوں سے لینے کا اہم ذریعہ نماز ہے

حقیقت میں نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اور نماز میں بڑی خیر و برکت ہے اس لیے ہر پیشانی کے وقت ادھر یعنی نماز کی طرف متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔ اور جب رحمت الٰہی مددگار و مساعد ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ وہ باقی رہے

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں۔ نیز ان کی دعا اور ان کے اخلاص سے (بھی ان کی مدد فرماتے ہیں) (ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ

الصلوة مرضاة للرب وحب	نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے فرشتوں کی محبوب
الملٰئكة وسنّة الانبياء واصل	چیز ہے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اس سے
الايمان واجابة الدعاء وقبول	معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے دعا قبول ہوتی ہے
الاعمال وبركة الرزق راحة	اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور بدن کیلیے
للابدان وسلاح علىَ الاعداء،	راحت ہے اور دشمن کیلیے ہتھیار ہے

(والحديث بطوله كذافي تنبية الغافلين، مرفوعا عن جعفربن محمدعن ابيه عن جده)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی آتی تو آپ ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے تھے اور ان پر یہ تلاوت فرماتے تھے وامر اهلك بالصلوة واصطبر عليها لانسئلك رزقا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم کا یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

وھب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ سے حاجتیں نماز کے ذریعے طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آجاتا تھا وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔

(فضائل نماز)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نماز پر نہ صرف مدد کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ نماز پڑھ کر مدد طلب

کرنے کا باقاعدہ حکم فرمایا ارشاد باری تعالی ہے

واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانھا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین (سورۃ البقرۃ ٤٥-٤٦)

اور تم مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعے بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دل میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔

رسول اللہ کا معمول بھی ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہونے کا تھا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزبہ امر فزع الی الصلوٰۃ (اخرجہ احمد و ابوداود کذا فی الدر المنثور)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود مشکل حالات میں نماز کا اہتمام فرماتے بلکہ صحابہ کرام کو بھی صلوٰۃ حاجات کی تعلیم فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من کانت لہ حاجۃ الی اللہ اوالی احد من بنی آدم فلیتوضأ فلیحسن الوضوء ثمّ لیصل رکعتین (ھو جزء من الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجہ)

جس شخص کو بھی کوئی بھی ضرورت پیش آئے (دینی ہو دنیاوی) اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے اس کو چاہیئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے (پھر اللہ جل شانہ سے اپنی حاجت کی دعا کرے)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من تواضأ فابلغ الوضوثم صلی رکعتین یتمھما اعطاہ اللہ ماسئل معجلاً او مؤجلاً،

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر خشوع وخضوع سے دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو پورا کرے گا جلد یا بدیر۔

صلاۃ الحاجۃ کا مسنون طریقہ

حضرت ابن اوفیٰؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص اللہ تعالیٰ یا کسی

آدمی کی طرف کوئی حاجت ہو تو اسے چاہیئے کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بڑھائی بیان کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر یہ دعا پڑھے۔

لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّوَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَّةً هِيَ لَکَ رِضًى اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (رواه الترمذی)

حاجت براری کیلیے یہ نماز جسے صلوٰۃ الحاجۃ کہتے ہیں بہت مجرب ہے۔

نماز حاجت کا ایک اور طریقہ

محمد بن دستویہ سے منقول ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کی بیاض میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا کہ یہ نماز حاجت ہزار حاجت کے واسطے حضرت خضر علیہ السلام نے کسی عابد کو سکھلائی تھی۔ (طریقہ) دو رکعت نفل پڑھے اول رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار قل یا ایھا الکفرون دس بار۔ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد گیارہ بار پڑھ کر پھر سلام پھیر کر سجدہ میں جاوے اور اس میں دس بار درود شریف اور دس بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور دس بار رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ کر اپنی حاجت مانگے۔

حکیم ابو القاسم فرماتے ہیں کہ میں نے اس عابد کے پاس قاصد بھیجا کہ مجھ کو یہ نماز سکھا دے۔ انہوں نے بتلا دی میں نے پڑھ کر علم وحکمت کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ (مجربات علامہ دیبری)

نماز حاجت کا ایک اور مجرب طریقہ

حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں "اگر کوئی شخص اپنے قضائے حوائج کے واسطے دعا ذیل کو بطریق ذیل پڑھ کر اپنی حاجت پیش کرے تو اس کی دعا قبول ہو اور حاجت پوری ہو۔ طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز فرض ادا کر کے دو رکعتیں نماز نفل اس

طرح سے پڑھے کہ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ قل ھو اللہ احد آخر تک پڑھے۔ جب سلام پھیر چکیں تو اس کے بعد دعا ذیل پڑھے

اَللّٰھُمَّ یَا مَنْ اِذَا تَضَایَقَتِ الْاُمُوْرُ رُجِعَتْ اِلَیْہِ وَاِذَا کَثُرَ الْحَوَائِجُ رُفِعَتْ اِلَیْہِ وَاِذَا غُلِقَتِ الْاَبْوَابُ فَتَّحَھَا التَّھْتَدِی الْعُقُوْلُ اِلَیْہِ تَوَسَّلْتُ اِلَیْکَ یَارَبِّ بِالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ وَمَافِیْہِ مِنْ اَسْمَائِکَ الْعَظِیْمَۃِ وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیِّ الرَّحْمَۃ (اس کے بعد اپنی حاجت کا سوال کرے۔ (مجربات امام سیوطی ص/۲۸۱)

نماز حاجت کا ایک اور طریقہ سورہ فاتحہ کا مجرب عمل

اچھی طرح وضو کر کے تنہائی میں دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھیں۔ پھر کھڑے ہو کر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ پھر اکتالیس (۴۱) مرتبہ سورہ فاتحہ اس طرح پڑھیں کہ پہلے ہر مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں پھر دوبارہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس طریقے سے پڑھیں کہ الرحیم کی میم کو الحمد کے لام سے ملا دیں (رحیمِ الحمد للہ رب العٰلمین) آخر تک اکتالیس مرتبہ پڑھ کر سجدہ میں چلے جائیں اور اپنی حاجت کیلیے دعا کریں۔ ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ (لطف الطیف ص/۳۳)

صلوٰۃ الحاجۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا سریع الاثر عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار بار اس طرح پڑھیں کہ جب ایک ہزار پورا ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اپنی حاجت کیلیے دعا کرے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا شروع کرے اور ایک ہزار بار کے بعد پھر اسی طرح دو رکعت نفل پڑھ کر پنی حاجت کیلیے دعا کرے۔ (یعنی ہر ہزار بار کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرنا یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تعداد بارہ ہزار کو پہنچ جائے) ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بے حد مؤثر اور مفید عمل ہے۔ (اعمال قرآنی)

دعا کے فضائل

دعا کے لغوی معنی پکارنا اور اصلاح میں کہتے ہیں ''اعلیٰ ذات سے ادنیٰ چیزوں میں سے کچھ بطریق عاجزی طلب کرنا'' دعا مانگنا مستحب ہے۔ دلیل قرآن وحدیث کے ظاہری مفہوم کے علاوہ انبیاء کرام علیھم السلام اللہ کا فعل بھی ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔ دعا نہ صرف عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ مؤمن کا ہتھیار ہے ارشاد نبوی ہے اَعِدُّوْا لِلْبَلَاءِ الدُّعَاءَ یعنی بلاؤں (کے دفیعہ) کیلیے دعا (کا ہتھیار) تیار کرو۔ حقیقتا دعا وہ طاقت ور ہتھیار ہے جو تقدیر کو بھی بدل سکتی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے خود فرمایا لَایَرُدُّالْقَضَاءَ اِلَّاالدُّعَاءُ دعا تو تقدیر کو بھی بدل سکتی ہے۔

پس ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی ذات سے دل کی گہرائی سے دعا مانگیں۔ دعا میں ایسا خلوص اور یقین ہو کہ اس کی جنبشِ لب پہ اللہ کا غیبی نظام حرکت میں آئے۔ اگر انسان اس کی طرف سے منہ موڑ لیں تو وہ اللہ کے نورانی فرشتوں کو بلائے۔ اگر زمین والے اس کا ساتھ نہ دیں تو وہ آسمان والوں کو اپنی نصرت کیلیے نیچے اتار لے۔ اپنی دعا میں اتنی مشق کرے کہ ساری مشکلوں کا حل اور ساری بیماریوں کا علاج دعا ہی سے کر لے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہی تعلیم فرمائی کہ اپنی ہر حاجت خواہ ادنیٰ سے ادنیٰ کیوں نہ ہو اللہ ہی سے کے سامنے پیش کرے اور اسی سے مانگیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

لَیَسْئَلَ اَحَدُکُم رَبَّہٗ حَاجَتَہٗ حَتیٰ یَسْئَالَہُ الْمِلْحَ وَحَتیٰ یَسْئَالَہُ شِسْعَ نَعْلِہٖ اِذَاانْقَطَع ،(رواہ الترمذی)

چاہیئے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے اپنی ضرورت کا سوال کرے یہاں تک کہ اگر نمک (کی ضرورت ہو تو اسی سے) سوال کرے۔ اور اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے (اس کے مہیا ہونے کا) سوال بھی اللہ ہی سے کرے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسی سخی ذات ہے کہ وہ سائل کے ہاتھوں کو خالی واپس کرنا اپنی شان سخاوت کے خلاف سمجھتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِی مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھا صِفْراً (رواہ الترمذی)

تمہارا پروردگار بہت حیامند ہے اور بغیر مانگنے دینے والا ہے۔ وہ اپنے بندہ سے حیا کرتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ واپس کرے جبکہ اس کا بندہ اس کی طرف (دعا کے لیے) اپنے

دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے۔

اسی لیے تو ہر وقت دعا مانگنے کی تاکید کی گئی ہے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

فَعَلَیْکُم عِبادَاللّٰہِ بِالدُّعا   اللہ کے بندو! دعا کو اپنے لیے ضروری سمجھو۔

ایک اور حدیث میں دعا کو مؤمن کا ہتھیار کہا گیا ہے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

الدُّعاءُ سِلاحُ المُؤمن   دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔

ایک اور روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَعِدُّوا لِلْبَلاءِ الدُّعاءُ   بلاؤں (کے دفعیہ) کیلیے دعا (کا ہتھیار) تیار کرو۔

اگلے صفحات میں بعض مخصوص دعائیں اور وظائف تحریر کیے جاتے ہیں تا کہ مشکل حالات اور نیک حاجات کی براری کی لیے معمول بنائی جائیں۔

دین و دنیا کی بھلائی کیلیے

دین و دنیا کی بھلائی کیلیے یہ دعا کثرت سے پڑھا کریں

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ،

ایمان پر خاتمہ کی دعا

جو شخص ہر نماز کے بعد اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کرے تو انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ''

(گنجیہ اسرار مولانا انور شاہ کشمیری)

بیماریوں سے شفایاب ہونے کیلیے

مشائخ نے لکھا ہے کہ آیاتِ شفا اور ان سے پہلے سولہ (۱۶) مرتبہ اللہ لطیف بعبادہٖ لکھ کر آب زم زم میں گھول کر پلائیں انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔

آیات شفایہ ہیں

(۱) ویشف صدور قوم مؤمنین (۲) شفاء لمافی الصدور (۳) فیه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمؤمنین (۵) واذا مرضتُ فهو یشفین (۶) قل هو للذین اٰمنوا هدیً وشفاء

(کتاب ''اسم اعظم'' ص/۷۷)

حصول ملازمت کیلیے پُر تاثیر وظیفہ

سورہ ضحیٰ کو عاملین نے پُر تاثیر مانا ہے۔ اس میں نو مقام پر کاف آیا ہے۔ (وظیفہ کرنے والا) نماز فجر کے بعد وہیں بیٹھے سورہ ضحیٰ اس طرح پڑھے کہ جب کاف آئے تو یا کریم نو مرتبہ پڑھے۔ یہ عمل صرف نو دنوں تک کرے ملازمت ملے گی۔

اگر خدانخواستہ ملازمت نہ ملی تو یہ عمل اٹھارہ (۱۸) دن تک کرے اور ہر کاف پر اٹھارہ مرتبہ یا کریم پڑھے۔ اگر پھر بھی حاجت پوری نہ ہوئی تو ستائیس (۲۷) دن تک پڑھے اور ہر کاف پر ستائیس مرتبہ یا کریم پڑھے بفضل خدا شرطیہ ملازمت مل جائے گی۔

(خزانہ اعمال ص/۱۱)

قرض سے خلاصی کا وظیفہ

جمعہ کے دن بعد نماز عصر ستر (۷۰) بار مندرجہ ذیل دعا اول آخر سات سات بار درود شریف کے ساتھ پڑھیں بہت مجرب ہے۔ دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اگر تم پر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا اللہ تعالیٰ وہ ادا فرمائے گا (الحدیث)

رزق میں کشادگی کیلیے پرتاثیر مجرب اعمال

(الف) طلوع فجر کے بعد اور نمازِ فجر سے پہلے ایک سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھا کریں

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سبحانَ اللّٰهِ العظیم اَستغفرُ اللّٰهَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاتیک الدنیا وھی صاغرۃ دنیا تیرے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔

(ب) جو شخص روزانہ سورہ واقعہ پڑھے گا اس کو کبھی فقر و فاقہ نہیں پہنچے گا۔

(ج) ایک دیہاتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمیشہ باوضو رہا کرو تمہارا رزق کھل جائے گا۔

(د) استغفار کی کثرت سے بھی رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کیلیے مجرب عمل

میاں بیوی میں محبت پیدا ہونے کیلیے اس آیت شریفہ کو سات سو سات (۷۰۷) مرتبہ سات دن تک پڑھنا (میاں پڑھ کر بیوی کو یا بیوی پڑھ کر شوہر کو پانی یا شیرینی وغیرہ پر دم کر کے کھلائے) نہایت مفید ہے۔ آیت شریف یہ ہے

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً اعتقاد اور خلوص نیت شرط ہے۔ (آئینہ عملیات ص/۴۱)

نظر بد سے بچنے کا عمل مسنون

مندرجہ ذیل دعا کو پڑھ کر دم کرنا اور تعویذ بنا کر پہننا نظر بد سے حفاظت کیلیے نہایت مفید ہے۔ مسنون دعا یہ ہے

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

رواہ البخاری عن ابن عباسؓ)

نظر بد کا توڑ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورہ قلم کی آیات
وَاِنْ یَّکَادُالَّذِیْنَ کَفَرُوْالَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّاسَمِعُواالذِّکْرَوَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ہ وَمَاهُوَاِلَّاذِکْرٌلِّلْعٰلَمِیْنَ ہ کو گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھ کر دم کرنا چاہیے اس کی برکت سے سخت نظر بد بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

جادو کے شر سے محفوظ رہنے کیلیے اعمال

(الف) تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا اور ہر قسم کے حرام اور گناہوں سے توبہ کرنا۔

(ب) تلاوت قرآن کریم کا روزانہ اہتمام کرنا۔

(ج) موقع محل کے مسنون دعاؤں کی پابندی کرنا۔

(د) نہار منہ چند عجوہ کھجوریں کھانا بھی جادو سے حفاظت کیلیے مفید ہے۔ (بخاری)

جادو کے توڑ کیلیے ایک طاقت ور عمل

مندرجہ ذیل سورتیں اس ترتیب اور تعداد کے ساتھ پڑھ کر دم کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بار
سورہ فاتحہ سات (۷) بار
آیۃ الکرسی سات (۷) بار
سووہ الکفرون سات (۷) بار
سورہ اخلاص سات (۷) بار
سورہ الفلق سات (۷) بار
سورہ الناس سات (۷) بار

(اول آخر سات سات بار درود شریف) اور پانی پر الگ اسی طرح دم کر کے پلائیں یا پیئں مگر ایک مرتبہ کا دم کیا ہوا بارہ (۱۲) گھنٹہ میں وقفہ وقفہ سے ختم کر دے۔

(آئینہ عملیات)

چوروں اور جنات سے بچاؤ کا مسنون عمل

قرآن پاک کی وہ عظیم آیت جو آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے جن و آسیب اور چور وڈاکوں سے حفاظت کیلیے حرف آخر ہے۔ آیۃ الکرسی کو پڑھنا یا پڑھ کر دم کرنا بہت نافع ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھتے۔ (حیوٰۃ الصحابہ ج/۳ص/۲۷

امتحان میں کامیابی کی دعا

امتحان میں آسانی پرچوں کیلیے امتحانی حال میں جانے سے پہلے سات دفعہ یہ آیت پڑھیں

فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ، ھُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کیلیے اکسیر عمل

اگر کسی مقدمہ میں آپ حق پر ہو اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہو تو ہر فرض نماز کے بعد ساٹھ (۶۰) دفعہ یہ آیت دھان کے ساتھ پڑھ لیں

عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا، رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ،

قید سے رہائی کیلیے مسنون عمل

کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنا قید سے رہائی کیلیے انتہائی پُر اثر ہے۔ (یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کے بیٹے سالمؓ کو تلقین فرمائی)

شیخ التفسیر حضرت مولانا شریف اللہ صاحب جو مایہ ناز مفسر بلند پایہ محدث اور سلسلہ قادریہ کے صاحب تاثیر شیخ ہیں قید سے خلاصی کیلیے یہ عمل تلقین فرماتے ہیں ۔ باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر دو ہزار بار یہ دعا روزانہ پڑھیں

مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاْلَمْ یَکُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

(لطف الطیف ص/۱۱۳)

ہر غم و رنج دور کرنے کا نبوی نسخہ

(الف) حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحـول ولاقـوۃ الابـاللہ ننانوے (دنیاوی واخروی) بیماریوں کی دوا ہے جس میں ادنٰی بیماری رنج و غم ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ کثرت کی مقدار پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ ہے ۔(تفسیر مظہری)

(ب) حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا حَسْبِیَ

اللّٰہ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، (سورہ توبہ/۱۲۹) اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کریگا۔ چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے دل سے۔ (حیاۃ الصحابہ ج/۳ص/۳۴۲)

دشمنوں سے محجوب (محفوظ) ہونے کی دعا

دشمنوں سے حفاظت کیلیے بہترین عمل ہے کبھی کوئی دشمن اس کو ضرر و نقصان نہ پہنچا سکے۔ حفظ جان و مال اور اولاد کیلیے بہت مجرب ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَایُبْصِرُوْنَ (یٰس/۹) اور یہ دعا بھی پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

صبح و شام اور بوقت ضرورت ورد کیا جائے۔

نقصان کے تلافی کیلیے ایک اہم مسنون دعا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِنْھَا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں ثواب عطا فرما دیتے ہیں اور اس کو اس فوت شدہ چیز (یعنی نقصان) کے بدلے میں اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتے ہیں۔

(رواہ مسلم باب مایقال عند المصیبۃ)

گمشدہ چیز کو پانے کی دعا

اگر کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو یہ آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر تلاش کی جائے تو انشاء اللہ ضرور مل جائے گی۔ ورنہ غیب سے کوئی چیز اس سے عمدہ ملے گی۔

(اعمال قرآنی)

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت کی دعا مانگنی چاہیے

حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلیے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا سَلُوا الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی اور اپنے لیے عافیت طلب کیا کرو۔

جنت کا بیان

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ، فَاكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ، كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ، يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ، وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ. (سورة الطور ۱۷/۲۰)

متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے۔ وہ خوشدل ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کو ان کے پروردگار نے دی ہوں گی۔ اور ان کا پروردگار ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا (اور ان سے کہا جائے گا) خوب کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں، تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں۔ اور ہم ان کا گوری گوری آنکھوں والیوں (حوروں) سے بیاہ کردیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی (درجات میں) ان کے ساتھ شامل کردیں گے۔ اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کردیں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس (فی النار) رہے گا۔

اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا مرغوب ہو روز روز دیتے رہیں گے۔ وہاں آپس میں جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے (بطور خوش طبعی) اس میں نہ بک بک ہوگی نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔ اور ان کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خاص انہی کیلئے ہوں گے گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں۔ (ایسے حسین وجمیل لڑکے اہل جنت کے خدمتگار ہوں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ، لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ، فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ، لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً، فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ، فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ، وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ، وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ، وَّزَرَابِىُّ مَبْثُوْثَةٌ. (سورة الغاشية)

بہت سے چہرے اس روز بارونق اور اپنے نیک کاموں کے بدولت خوش ہوں گے۔ بلند جنت میں ہوں گے۔ جس میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے۔ اس (جنت) میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ (اور) اونچے اونچے تخت ہوں گے۔ اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں اور برابر لگے ہوئے گدے (تکیے) ہوں گے۔ اور ہر طرف قالین پھیلے پڑے ہوں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْراً عَیْناً یَشْرَبُ بِھَا عِبَادُاللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْراً. (روۃ الدھر ۶/۵)

بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یعنی ایسے چشمے سے جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے۔ جس کو وہ (نیک لوگ جہاں چاہیں گے) بہا کرلے جائیں گے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ، فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ، وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ، وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی، وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ. (سورہ محمد ۱۳)

جس جنت کا متقیون سے وعدہ کیا جاتا ہے، اسکی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کے ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا۔ اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا نہ ہوگا۔ اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں شہد کی ہوگی جو بالکل صاف ہوگا۔ اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہونگے اور ان کے لیے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ، مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ، وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ، وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ، وَمَآءٍ مَّسْکُوْبٍ، وَفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ، لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ، وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ، اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً، فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْکَاراً، عُرُباً اَتْرَاباً (سورہ واقعہ ۳۷/۲۷)

اور جو دائیں والے ہیں وہ دائیں (طرف) والے کیسے اچھے ہیں، وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہونگی، اور تہہ بتہہ کیلے ہوں گے، اور لمبا سایہ ہوگا۔ اور چلتا ہوا پانی ہوگا۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روک ٹوک ہوگی، اور اونچے اونچے فرش ہوں گے، ہم نے (جنت کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، یعنی ہم نے ان کو

ایسا بنایا کہ کنواریاں ہیں، محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ، اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ، وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَاناً عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ، لَايَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَاهُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ، نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورة الحجر ۴۵/۴۹)

بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں (اللہ ان سے فرمائے گا) تم ان میں سلامتی اور امن سے داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے۔ کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔ وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی، اور نہ وہ اس سے نکالے جاویں گے۔ (اے نبی) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجیئے کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا ہوں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اٰمِيْنٍ، يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ، كَذٰلِكَ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ، يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ، لَايَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا مَوْتَةَ الْاُوْلٰى، وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ، فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (الدخان ۵۱/۵۷)

بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن کی جگہ میں ہوں گے۔ یعنی باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ وہ لباس پہنیں گے باریک اور موٹے ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات (بالکل) اسی طرح ہے۔ اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے۔ وہاں ہر قسم کے میوے منگواتے ہوں گے وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آ چکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکیں گے۔ (کبھی بھی نہ مریں گے) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ، عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ، تَعرف فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ، يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ، خِتَامُهٗ مِسْكٌ، وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَا فَسِ الْمُتَنَا فِسُوْنَ. (سوره المطففين ۲۲/۲۶)

نیک لوگ بڑی آسائش میں ہونگے مسہریوں پر (بیٹھے جنت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت دیکھے گا۔ ان کو پینے کیلئے

شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی۔ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔

جنت کی فضیلت

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

معمولی جنتی کا مرتبہ

وعن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه اَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه عليه وسلم قال اِنَّ اَدْنىٰ مَقْعَدِ احدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنىٰ ويَتَمَنىٰ فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُوْلُ نعم فَيَقُوْلُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَاتَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ. (رواة مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص سب سے ادنیٰ درجہ اور کمتر مقام کا جنتی ہوگا اس کا یہ مرتبہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جو آرزو رکھتے ہو بیان کرو۔ وہ اپنی آرزو ظاہر کریگا اور بار بار ظاہر کریگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم اپنی آرزو بیان کر چکے وہ عرض کریگا ہاں میں جو کچھ مانگ سکتا تھا مانگ چکا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تم نے جو کچھ آرزویں بیان کیں اور جو کچھ مانگا نہ صرف وہ بلکہ اس قدر مزید تمھیں عطا کیا گیا۔

وعن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اِنَّ اَدْنىٰ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لِمَنْ يَنْظُرُ اِلىٰ جَنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ ونَعِيْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَاَكْرَمَهُمْ اِلَى اللّٰهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلىٰ رَبِّهٖ غُدْوَةً وَعَشِيَةً ثُمَّ قَرَءَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. (رواه الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں میں مرتبہ کے اعتبار سے ادنیٰ شخص وہ ہوگا، جو اپنے باغات اور عورتوں اپنی نعمتوں اپنے خدام اور اپنے تخت پر نظر رکھے گا۔ جو ایک ہزار برس کی

مسافت کے بقدر رقبہ میں پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ وقدر کا وہ شخص ہوگا۔ جو صبح وشام اپنی پروردگار کی ذاتِ اقدس کے دیدار کی سعادت حاصل کرے گا۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ الخ۔" بہت سے چہرے اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے تروتازہ اور خوش وخرم ہوں گے۔

جنت کی تعمیر

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلتُ یارسول الله مِمَّ خُلِقَ الخَلْقُ قال مِنَ المآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَابِنَاءُ هَا قَال لَبِنةٌمِنْ ذَهَبٍ وَ لَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَّمِلاطُهَا الْمِسْکُ الْاَذْفَرُ وَحَصبَاءُ هَا اللُّوْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وتُرْبَتُهَا الزَّعْفِرانُ مَن يَّدْخُلِهَا يَنْعَمْ وَلايَبْاس ويَخْلُدُ وَلا يَمُوْتُ وَلا تُبْلیٰ ثِيَابُهُمْ بُهُمْ وَلا يَفْنىٰ شَبَابُهُمْ. (رواه الترمزی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا پانی سے۔ پھر ہم نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے؟ فرمایا جنت کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی اس کا گارا تیز خوشبودار مشک کا ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی طرح ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا مرے گا نہیں، نہ اس کا لباس بوسیدہ ہوگا اور نہ ہی اس کی جوانی فنا ہوگی۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم:

اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخِيْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلاً فِي كُلِّ زَاوِيَةٍمِّنْهَااَهْلٌمَّا يَرَوْنَ الْاٰخِرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍاٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهَا وَمَا بَيْنَ الْقومِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلىٰ رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَا عَلىٰ وَجْهِهٖ فِي جَنَّتِ عَدْنٍ. (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا۔ جس کا عرض ساٹھ میل ہوگا۔ اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس (مومن) کے اہل خانہ ہوں گے۔ ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکے گا۔ ان سب اہل خانہ کے پاس مومن آتا جاتا رہے گا۔

دو جنتیں چاندی کی ہوں گی۔ ان جنتیوں کے برتن اور ہر چیز چاندی کے ہوں گے۔ اور دو چیزیں سونے کی ہوں گی ان جنتوں کے برتن اور ان میں ہر چیز سونے کی ہوں گی۔ اور جنت عدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے پردہ کے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

وَعَنْ ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَافِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ. (رواه الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنا سونے کا ہے۔

البتہ ان درختوں کی ٹہنیاں اور شاخیں مختلف قسموں کی ہیں کسی کی سونے کی ہے کسی کی چاندی کی کوئی ٹہنی یاقوت و زمرد کی غرض ہر ٹہنی طرح طرح کے شگوفوں سے مرصع و مزین ہے اور ان پر قسم قسم کے میوے اور پھل لگے ہوئے ہیں۔

وَعَنْ ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَاَشِدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِى السَّمَآءِ اِضَآءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخَّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ.

اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ والْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوُقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمُسْكُ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعاً فِى السَّمَاءِ، (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے وہ چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور ان کے بعد جو لوگ داخل ہونگے وہ اس ستارے کی مانند روشن چمکدار ہوں گے جو آسمان پر بہت تیز چمکتا ہے۔ تمام جنتیوں کے دل ایک شخص کے دل کی مانند ہونگے۔ نہ تو ان میں باہمی اختلاف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے بغض و عداوت رکھیں گے۔ ان میں سے ہر ایک شخص کیلئے حور عین میں سے دو بیویاں ہونگی، ان کی پنڈلیوں کی گودا ہڈی اور گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔ تمام جنتی صبح و شام اللہ کو یاد کیا کریں گے۔

وہ نہ تو بیمار ہوں گے، نہ پیشاب کریں گے۔ نہ پاخانہ کریں گے۔ نہ تھوکیں گے اور نہ ہی نیتھ سنکیں گے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے ان کی انگھٹیاں سونے کی ہونگے۔ ان کی انگھیٹیوں کا ایندھن، ''اگر'' ہوگا، ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔ اور سارے جنتی ایک شخص کی سی عادت و سیرت کے ہوں گے سب شکل و صورت میں باپ آدم کی طرح ہونگے ساٹھ گز اونچا آسمان میں۔

وَعَنْ ابی هریرة رضی اللّٰہ عہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُّرْدٌ كَحْلىٰ لَايَفْنىٰ شَبَابُهُمْ وَلَا يُبْلىٰ ثِيَابُهُمْ. (رواه الترمذی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی بغیر بالوں کے امرد ہوں گے ان کی آنکھیں سرمگین ہوں گی۔ ان کی جوانی کبھی ختم نہ ہوگی اور ان کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہوں گے۔

ترمذی شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ ''اَبْنَاءَ ثَلٰثِيْنَ اَوْ ثَلٰثَ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً'' تیس یا تینتیس سال کی عمر ہونگے۔

یا شک روای کیلئے ہے کہ آپ علیہ السلام نے ۳۰ رفرمایا یا ۳۳۔

وَعن ابی سعید وابی هریرة رضی الله عنهما قَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم قال يُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَداً وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيُوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَداً وَّاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشَبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَداً وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا اَبَداً (رواه مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک منادی کرنے والا ندا کریگا تم ہمیشہ صحت و تندرستی کے ساتھ رہو تمھیں کبھی بھی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی۔ تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو موت کبھی تمھارے پاس بھی نہیں آئے گی۔ تم ہمیشہ ہمیشہ عیش کی زندگی گزارو کسی بھی طرح کا غم و رنج تم تک گزر نہ ہوگا۔

ہر جمعہ جنتیوں کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا

وَعَنْ انس رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَسُوْقاً يَاْتُوْنَهَا جُمْعَةً فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْا فِی وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ

فَیَزْدَادُوْنَ حُسْناً وَّجَمَالاً فَیَرْجِعُوْنَ اِلیٰ اَھْلِیْھِمْ وَقَدِازْدَادُوْا حُسْناً وَّجَمَالاً فَیَقُوْلُ لَھُمْ اَھْلُمْ وَاللّٰہِ لَقَدْ ازْدَدُتُّمْ بَعْدَ نَاحُسْناً وَجَمَالاً فَیَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰہِ لَقَدْ ازْدَدُتُّمْ حُسْناً وَّجَمَالاً. (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہے۔ جس میں ہر جمعہ کو لوگ جمع ہوا کریں گے۔ اور وہاں شمالی ہوا چلے گی۔ جو جنتیوں کے چہرے اور کپڑے پر (طرح طرح کی خوشبوئیں مہک) ڈالے گی جس سے وہاں موجود جنتیوں کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔..........

اہل جنت کی بیویاں

وعن انس رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غَدْوَۃٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْرَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَفِیْھَا وَلَوْاَنَّ امْرَأَۃً مِّنَ النِّسآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِطَّلَعَتْ اِلیٰ الْاَرْضِ. لَاَ ضَاءَ تْ مَابَیْنَھُمَا وَلَمَلاَتْ مَابَیْنَھُمَا رِیْحاً وَلَنَصِیْفُھَا عَلیٰ رَاسِھَا خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْھَا (رواہ البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح یا شام کو ایک بار اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ اگر جنتیوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دے اور مشرق سے مغرب تک تمام فضاء کو خوشبو سے مہک دے اس کے سر کی ایک اوڑھنی دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

وعن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الجَنَّۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ضَوْءُ وُجُوْھِھِمْ عَلیٰ مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمْرِ لَیْلَۃَ البَدْرِ وَالزُّمْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلیٰ مِثْلِ اَحْسَنِ کَوْکَبٍ دُرِّیَّ فِی السَّمآءِ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ زَوْجَتَانِ عَلیٰ کُلِّ زَوْجَۃٍ سَبْعُوْنَ حُلَّۃً یُریٰ مُخُّ سَاقِھَا مِنْ وَّراءِ ھَا.

(رواہ الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنت میں جو لوگ سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے۔ اور دوسری

جماعت کے لوگ ان کے چہرے آسمان کے اس ستارے کی طرح روشن ہونگے جو سب سے زیادہ چمکتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص کیلئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر ستر (۷۰) جوڑے ہوں گے ان کے پنڈلیوں کے اندر کا گودا ستر جوڑوں کے اوپر سے نظر آئے گا۔

زمرہ اول سے مراد انبیاء علیھم السلام ہیں اور زمرہ ثانی سے مراد اولیاء اللہ اور صلحاء ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئاً بِمَا كُنتُم تَعْمَلُونَ، مُتَّكِئِينَ عَلىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ. (سورة الطور)

(اہل جنت سے کہا جائیگا) خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں۔ اور ہم ان کا گوری گوری آنکھوں والیوں (حوروں) سے بیاہ کردیں گے۔

اہل جنت کو باقی نعمتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایسی پاکیزہ اور خوبصورت بیویاں عطاء کریگا جو خاص انداز کی ہوں گی۔

ارشاد باری تعالیٰ

اما انشأنٰھُنَّ اِنشآءً، فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَاراً، عُرُباً اَتْرَاباً.

ہم نے (جنت کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے (یعنی) ہم نے ان کو ایسی بنایا کہ کنواریاں ہیں۔

محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں

عن ابی سعید خدری رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اَھْلَ الجنة اذا جامعوا نسائهم عَادَتْ بکراً

(طبرانی صغیر ج ا مجمع الزوئد ج ۱۰)

اہل جنت اپنی بیویوں سے صحبت کریں گے تو وہ پھر سے کنواری ہوجائیں گی۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ .(سور النساء آیت نمب ۵۶)

اہل جنت کیلئے بیویاں ہوں گی پاک وصاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

من الحیض والغائط والنخامۃِ والبزاق (تفسیر ابن کثیر ج ۱)

ان کی پاکیزگی کا یہ عالم ہوگا کہ ان کو نہ تو حیض آئے گا نہ پیشاب اور نہ ناک کی ریزش نہ تھوک۔

جنت کی حوروں کا صفت

مشک عنبر کافور اور نور سے پیدائش

(حدیث) سرکار دو عالم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حورعین کے متعلق سوال کیا گیا کہ ان کو کس چیز سے پیدا کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

من ثلاثۃ اشیاء! اسفلھن من المسک، واوسطھن من العنبر، واعلاھن منم الکافور. وشعورھن وحواجبھن سواد خط من نور. (تذکرہ القرطبی ج ۲ بحوالہ ترمذی شریف)

تین چیزوں سے پیدا کی گئی ہیں (۱) ان کا نچلا حصہ مشک کستوری) کا ہے۔ اور درمیانی حصہ عنبر کا ہے اور اوپر کا حصہ کافور کا ہے۔ ان کے بال اور ابرو سیاہ ہیں نور سے ان کا خط کھینچا ہے۔

جنتی عورت کی رخسار

(حدیث) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد خداوندی۔

"کانھن الیاقوت والمرجان" گویا وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔

ینظر الی وجھہ فی خدھا اصفی من المراۃ ولان اوفی لؤلؤۃ علیھا لتضیء ما بین المشرق والمغرب وانہ یکون علیھا سبعون ثوبا فینفذھا بصرہ حتی یری ساقھا من وراء ذلک. (مسند احمد ج ۳، مجمع الزوائد ج ۱۰)

جنتی اپنے چہرے کو اس (حور اور عورت) کے رخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف

شفاف دیکھے گا اور اس کے لباس کا ادنی موتی اتنا خوبصورت ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیانی حصہ کو روشن کر سکتا ہے۔ اس عورت پر ستر پوشاکیں ہوں گی مگر پھر بھی ان پوشاکوں سے نگاہ گزر جائے گی حتی کہ وہ ان کے پیچھے سے اس کی پنڈلی کو بھی دیکھ سکے گا۔

نزاکت حسن کی ایک مثال

(حدیث) حضرت عبداللہ بن مسلمہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

ان الامرأة من نساء اھل الجنة یُریٰ بیاض ساقھا من وراء سبعین حلة حتی یری مخھا...... (رواہ ترمذی رقم ۲۵۳۳)

جنت کی عورتوں میں سے ہر عورت کی پنڈلی کی گوری رنگت ستر پوشاکوں کے پیچھے سے بھی دکھائی دے گی حتی کہ اس کا خاوند اسکی پنڈلی کے گودے کو بھی دیکھتا ہوگا۔

جنتی عورت کی انگلیاں

(حدیث) حضرت انسؓ فرماتے ہیں مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

حدثنی جبریل قال یدخل الرجلُ علی الحوراء فتستقبله بالمعانقة والمصافحة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فبای بنان تعاطیه لو ان بعض بنانھا بدالغلب ضوء الشمس والقمر ولو ان طاقة من شعرھا بدت لملات مابین المشرق والمغرب من طیب ریحھا ...... (مجمع الزوائد ج ۱۰)

مجھ سے حضرت جبرائیل نے بیان فرمایا کہ جنتی حور کے پاس داخل ہوگا تو وہ اسکا معانقہ اور مصافحہ سے استقبال کرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (آپ کو معلوم ہے۔ کہ وہ (کیسی حسین) ہاتھ کی انگلیوں سے استقبال کرے گی۔ اگر اس کے ہاتھ کی کوئی انگلی ظاہر ہو جائے تو سورج اور چاند کی روشنی پر غالب آ جائے۔

حور کے لعاب کا مٹھاس

(حدیث) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! لو ان حوراء بزقت فی بحر لعذب ذلک البحر من عذوبة ریقھا.

(درمنثور ج۶)

ترجمہ! اگر کوئی حور (کڑوے) سمندر میں تھوک دے تو اس کے لعاب کی مٹھاس سے وہ سمندر شیرین ہو جائے۔

فائدہ! ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی جنت کی عورت سات سمندروں میں لعاب ڈال دے تو وہ سب سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں۔

جنتی عورت کی حسن اور خوشبو

(حدیث) حضرت سعید بن عامر بن حدیمؓ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا!

لوان امراة من نساء اهل الجنة اشرفت لملات الاض ريحَ المسكِ، ولاذهبت ضوء الشمس.

ترجمہ! اور جنت کی خواتین میں سے کوئی خاتون جھانک لے تو تمام روئے زمین کو کستوری کی خوشبوی سے معطر کر دے اور سورج کی روشنی کو ماند کر دے۔

حور کے دوپٹہ کی قیمت

(حدیث) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

............ولنصيفها على راسها خير من الدنيا ومافيها.

(رواه البخاری فی ابواب الجهاد)

............اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور دنیا کے تمام خزانوں سے قیمتی ہے۔

جنتی خاتون کا تاج

(حدیث) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لواطلعت امراة من نساء اهل الجنة الى الارض لملات مابينهما ريحا ولاضاء ت مابينهما ولتاجها على راسها خير من الدنيا ومائيها. (مسنداحمد ج۳)

اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان وزمینکے

درمیانی حصہ کو خوشبو سے معطر کر دے اور ان سے درمیانی حصہ کو روشن کر دے اور اس کے سر کا تاج دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔

(یہی صفات ان عورتوں کی بھی جنت میں ہوں گی جو دنیا میں نیک اعمال کر کے جنت میں داخل ہوں گی)

قران نے اہل جنت کے بیویوں کا مختلف صفات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

کہیں ان کو "کواعبا اترابا" کہا ہے۔	نو جوان ہم عمر عورتیں۔
کہیں فرمایا "فجعلنهن ابکارا"	ہم نے ان کو کنواریاں بنایا
کہیں ان کو "قصراتِ الطرف" کہا ہے۔	شرمیلی آنکھوں والیاں۔
کہیں ان کو "الیاقوت والمرجان"	کہا ہے۔ موتیاں و مرجان۔
کہیں ان کو "خیرات حسان" کہا ہے۔	خوب صورت خوب سیرت۔
کہیں ان کو "مقصورات فی الخیام" کہا ہے۔	خیموں میں بند محفوظ۔

کہیں ان کے بارے میں اطمینان دلایا"

لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان"

(میرا بندہ) تسلی رکھ مطمئن رہ تم سے پہلے ان تک کسی کی رسائی نہیں ہوئی۔ کسی اجنبی کا نظر ان پر نہیں پڑا۔ وفی ذلک فلیتنا فس المتنا فسون.

جنتی حوروں کا ترانہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

جنت کی عورتیں اپنے خاوندوں کے سامنے ایسی (خوبصورت) آوازوں میں نغمہ سرائی کریں گی جس کو کسی نے اس سے پہلے نہیں سنا ہوگا، جو ترانہ وہ گائیں گی ان میں سے ایک یہ ہے۔

نحن الخیرات الحسان   ازواج قوم کرام
ینظرون بقرة اعیان

ہم بہت اعلی درجہ کی حسین عورتیں ہیں، بڑے درجہ کے لوگوں کی بیویاں ہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہمیں دیکھتے ہیں۔

وہ یہ ترانہ بھی گائیں گی۔

نحن الخالدات لایمتن نحن الأمنات فلایخفن
نحن المقیمات فلایظعن

ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی کبھی فت نہ ہوں گی، ہم ہمیشہ ہر طرح کی تکلیف سے امن میں ہیں کبھی خوف نہیں کریں گے، ہم دائمی طور پر جنت میں رہنے والیاں ہیں کبھی اس سے نکالے نہ جائیں گے۔ (معجم طبرانی صغیر۔مجمع الزوائد ج ۱۰)

اہل جنت کے زیورات

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اِنَّالَانُضِیْعُ اَجْرَمَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً اُوْلٰٓئِکَ لَهُمْ جَنّٰهُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَاباً خُضْراً مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِکِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقاً (الکهف ۳۱)

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کرے (پس) ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کا باغ ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور موٹا ریشم کے پہنیں گے۔ اور وہاں مسہریوں پر تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”وجنات عدن“ تلاوت کر کے ارشاد فرمایا ”اِنَ علیھم التیجان ان ادنی لؤلؤة منها لتضی مابین المشرق والمغرب“

ان جنتیوں پر تاج ہونگے ان پر جڑے ہوئے موتیوں میں سے ادنیٰ موتی مشرق اور مغرب کی مسافت جتنا چمکتا ہوگا

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

لَوَاَنَّ رَجُلً من اهلِ الجَنّتِ اِطَّلَعَ فَبدَا سواره لطمس ضوء الشمس کما

تطمس الشمس ضوء النجوم.

اگر جنتیوں میں سے کوئی آدمی (دنیا میں) جھانک لے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو وہ سورج کی روشنی کو بے نور کر دے۔ جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو بے نور کرتا ہے۔

جنت کی انگوٹھیاں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اهل الجنت يعطيهم الله خواتم من ذهب يلبسونها وهى خواتم الخلد ثم يعطيهم خواتم من درو ياقوت ولؤلؤ وذلك اذارأوا ايهم فى داره السلام.

اللہ تعالیٰ جنت والوں کو سونے کی انگوٹھیاں عطاء فرمائے گا۔ جن کو جنتی پہنیں گے یہ جنت الخلد کی انگوٹھیاں ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ ان کو موتی یاقوت اور لؤلؤ کی انگوٹھیاں عطاء کریں گے۔ جب وہ اپنے پروردگار کی اس کی جنت دارالسلام میں زیارت کریں گے۔

اہل جنت کی اکثر نگینے عقیق کے ہوں گے

حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو ان ادنى حلية اهل الجنة عدلت بحلية اهل الدنيا جميعا لكان مايحليه الله به فى الاخرة افضل من حلية اهل الدنيا جميعا.

اگر ادنی درجے کے زیور والے جنتی کے زیور کو تمام دنیا والوں کے زیور سے مقابلہ کیا جائے تو جو زیور اللہ تعالیٰ نے اس جنتی کو آخرت پہنائینگے وہ تمام دنیا والوں کے زیوروں سے افضل ہوگا۔

اہل جنت کا لباس

وقال الله تعالىٰ وَيَلْبَسُونَ ثِيَاباً خُضْراً مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ. (الاية)

اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور موٹے ریشم کے پہنیں گے۔

رنگ برنگ کے عمدہ لباس۔

عن ابی امامة رضی الله قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم!

مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَدخل الجنة الا انطلق به الى طوبىٰ فتفتح له اكمامها

فیاخذ من ای ذلک شاءَ ان شاہ ابیض وان شاء احُمَر وان شاء اخضر وان شاء اصفر وان شاء اسود مثل شقائق النعمان وارق واحسن.

(درمنثور ج ۴، تفسیر ابن کثیر ج ۲)

تم میں سے ہر ایک جب جنت میں داخل ہو جائیگا تو اس کو درخت طوبیٰ کی طرف لے جایا جائیگا اور اس کیلئے اس درخت کے غلاف کھولے جائیں گے اور وہ اس سے جونسا چاہئے (لباس) لے لے۔ چاہے سفید، چاہے سرخ، چاہے سبز، چاہے پیلا، چاہے کالا گل لالہ کی طرح، باریک بھی اور حسین بھی۔

انسان تجدد پسند ہے۔ اسلئے جنت میں ہر پل لباس کا رنگ بدلتا رہیگا، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جنت والوں میں سے جب کوئی شخص کوئی پوشاک پہنے گا تو وہ ایک ہی لمحہ میں ستر رنگوں میں بٹ جائیگا۔ (مصنف عبدالرزاق رقم حدیث ۲۰۸)

اہل جنت کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہوں گے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَدْخُلُ الجنۃ یَنْعمُ فیھا لایبأس ولاتبلیٰ ثیابۂ. ولا یفنی شبابہ۔ (مسند احمد ج ۲)

جو شخص جنت میں داخل ہو گیا وہ اس میں خوب ناز و نعمت میں رہے گا۔ اس کو کسی چیز سے محرومی نہ ہوگی نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ جوانی ختم ہوگا۔

جنت کا رومال انتہائی خوبصورت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باریک ریشم کا جبہ ہدیہ میں پیش کیا گیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ریشم سے منع فرماتے تھے۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ اس کی ملائمت دیکھ کر حیران ہو گئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اَنَّ مَنْدِیْلَ سعدبنِ معاذٍ فِی الْجَنۃِ اَحْسَنُ مِنْ ھٰذا. (بخاری ج ۲ ترمذی فی الباس)

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذؓ کا رومال

اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔

جنت کی عورت کا دوپٹہ پوری دنیا سے زیادہ قیمتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

.... لَنَصِیفُ اِمْرَةٍ مِن الجنةِ خیراً من الدنیا و مثلها معها.

(وهو جزء من الحدیث مسند أحمد ج)

اور جنتی خاتون کا دوپٹہ دنیا اور اس جیسی اور دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔
جنتی عورت ستر جوڑے پہنی ہوئی ہوگی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

........علی کل زوجةٍ سبعون حُلَّةً..........

(وهو بعض الحدیث عن عبدالله بن مسعود رواه الترمذی فی رقم ۲۵۲۲)
ہر بیوی پر ستر پوشاکیں ہوں گی۔

اہل جنت کیلئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

وَعَنْ ابی سعِیْد ن الخدری رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ یقولُ لِاَهْلِ الجَنَّةِ یَااَهْلَ الجَنَّةِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالخَیْرَ کُلُّهُ فِی یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَانَرْضیٰ یَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَداً مِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ آلا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ وَاَیَّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ علیکم رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخُطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَه اَبَداً. (رواه البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں کو آواز دے گا کہ اے جنتیو! تمام جنتی جواب دیں گے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں تیری خدمت میں موجود ہیں تمام بھلائی تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ فرمائے گا۔ کیا تم (انعام پاکر) مجھ سے راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے پروردگار! ہم آپ سے راضی وخوش کیوں نہیں ہوں گے۔ آپ نے تو ہمیں وہ نعمت عطاء فرمائی ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطاء نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میں اس سے

بھی بہتر نعمت عطاء نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے پروردگار اس سے بڑی نعمت کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضا و خوشنودی عطاء کروں گا اور پھر تم سے کبھی ناخوش نہ ہوگا۔

اس سے بڑھ کر دیدار الٰہی ہے

وعن صُهَيبٍ عَنِ النبيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم قال اذا دَخَلَ اَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تعالىٰ تُرِيْدُوْنَ شَيْأً اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قال فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلىٰ وَجْهِ اللّٰهِ تعالىٰ فَمَا اُعْطُوْا شَيْأً اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلىٰ رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُو االْحُسْنىٰ وَزِيَادَةٌ. (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اس سے زیادہ کچھ اور چاہتے ہو؟ جنتی عرض کریں گے کہ (اے رب) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا، کیا تو نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات نہیں دی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ پس اہل جنت کو ایسی کوئی چیز عطاء نہیں ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی زیارت سے زیادہ بہتر و پسندیدہ ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ”للذین احسنو االحسنی وزیادۃ“

دیدار الٰہی کی کیفیت

وعن جابر رضی اللّٰه عنه عن النبی سلی اللّٰه عليه وسلم بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِى نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يااَهْلَ الجَنَّةِ قال وَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تعالىٰ سَلَامٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبِّ الرَّحِيْمْ قال فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ و يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلىٰ شَیْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتىّٰ يَحْتَجِبُ عَنْهُمْ وَيَبْقىٰ نُوْرُهٗ. (رواہ ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی اپنی نعمتوں سے لذت اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا۔ جب وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو ان کے اوپر باری تعالیٰ جلوہ گر ہے۔ اور پروردگار ان سے فرمائے گا اہل جنت السلام علیکم اور یہ سلام کرنا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سلام قولا الخ سے ثابت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے اور اہل جنت اللہ تعالیٰ کی دیدار کرتے رہیں گے اور کسی نعمت کی طرف متوجہ نہ ہوں گے جب تک وہ اللہ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے............

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات یهدیهم ربهم بایمانهم تجری، من تحتهم الا نهر فی جنات النعیم دعوهم فیها سبحانک اللهم و تحیتهم فیها سلام و آخر دعواهم ان الحمدلله رب العلمین ٥ (سوره الیونس)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ان کا رب ان کی رہنمائی ان کے ایمان کی وجہ سے ان باغات کی طرف فرمائیں گے جو نعمتوں والی ہیں ان کی پکار اس (جنت) میں سبحانک اللھم ہوگی اور ان کا تحفہ اس میں سلام ہوگا اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔

توضیح الکافیہ

شرح اردو

کافیہ

مولانا مفتی غلام اللہ گل منگچری

استاذ جامعۃ العلوم الشرعیہ، حب، بلوچستان

پسند فرمودہ

مولانا عبد الباسط منگچری

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی